قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی

نومبر 1976ء ◄► نبوت 1355 ہش

ایڈیٹر
حافظ مظفر احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

——— (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

——— (ارشاد حضرت مصلح موعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ربوہ

خالد

ماہنامہ

جلد ۲۳ ○ شمارہ ۱

نبوت ۱۳۵۵ ہش

نومبر ۱۹۷۶ء

——— ایڈیٹر: ———

حافظ مظفر احمد

——— نائبین: ———

• بشارت احمد محمود

• ملک خالد محمود

• محمد الیاس منیر

مندرجات

○

• پبلشر: محمد شفیق قیصر

• پرنٹر: سید عبد الحی

• مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

• مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ "خالد"

دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

—*—

"کیا تمہاری کوئی آخری خواہش ہے؟" ـــــ پابجولاں خبیبؓ سے پوچھا جاتا ہے ـــــ "ہاں! میں دو رکعت نماز ادا کرنا چاہتا ہوں" ـــــ قاتل حیران ہیں، قیدی جلدی جلدی نماز ادا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ مجھے موت سے ڈر لگتا ہے تو میں اس سے لمبی نماز پڑھتا ـــــ جلادّ تلوار اٹھاتا ہے۔ قیدی کہتا ہے:

"جب مجھے اس حال میں قتل کیا جا رہا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو اس بات کی کیا پرواہ کہ کس پہلو سے میری موت آتی ہے۔ نہ مجھے اس بات سے وحشت ہے کہ آگ میں جلایا جاؤں نہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مجھے درندوں سے نچوایا جائے۔ اور نہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ خنجر میرے سینے میں گھونپ دیا جائے۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ میرا خون خدا کی راہ میں بہایا جا رہا ہے اور اگر وہ قادر و توانا چاہے گا تو اس بے گور و کفن لاش کے ہر ٹکڑے پر اپنی بے شمار برکتیں نازل کر دے گا۔"

اُحد کا میدان ہے۔ صحابہؓ جامِ شہادت نوش کرنے کے لئے بیتاب ہیں ـــــ ایک پروانہ شمعِ رسالتؐ پر قربان ہوتے وقت کہتا ہے:ـــــ

"میری قوم سے کہنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے درمیان ایک مقدس امانت ہیں ہم نے اپنی زندگی میں اس امانت کی حفاظت کی، ہم تو اپنا تن من اس کی خاطر فدا کر چکے۔ دوستو! اب یہ امانت تمہارے حوالے ہے یاد رکھو! اگر اس فرض کی بجا آوری میں ذرّہ بھر بھی کوتاہی ہوئی تو قیامت کے روز تمہارا کوئی عذر قابلِ قبول نہ ہوگا۔"

ایک صحابیؓ خدا کے حضور گڑگڑاتا ہے۔ اس کی روح آستانہ الوہیت پر پگھلتی ہے اور اس کے دل سے درد و سوز میں ڈوبی ہوئی یہ آواز نکلتی ہے:ـــــ

"اے میرے مولیٰ! تو خوب جانتا ہے کہ تیری راہ میں جہاد اور قربانی سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز محبوب نہیں میری

خواہش ہے کہ میں اس قوم سے جہاد کروں جنہوں نے تیرے رسولؐ کی تکذیب کی اور اسے وطن سے بے وطن کیا۔ خدایا! جب تک یہ جنگ جاری ہے مجھے ان کے مقابلہ کے لئے زندہ رکھ تا میں تیری راہ میں جہاد کر سکوں اور اگر جنگ کا خاتمہ ہو جائے تو میرے پیارے! تیری راہ میں مجھے موت نصیب ہو!"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابیؓ کو بازار میں گھیر لیا جاتا ہے، مارا پیٹا جاتا ہے ـــــ زمین پر گرا لیا جاتا ہے اور اسی پر بس نہیں۔ منہ میں زبردستی گوبر ٹھونس دیا جاتا ہے۔ وہ پیکرِ صدق و صفا بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے:۔
"واہ اوئے برہانیا! تیری ایہہ قسمت کتھوں؟"
یعنی واہ برہان الدین۔ تیری یہ قسمت کہاں تھی کہ خدا کی راہ میں تجھے یہ تکلیف دی جاتی !!

یہ واقعات صرف پڑھنے کے لئے نہیں ـــــ یہ واقعات صرف سنانے کے لئے نہیں ـــــ ان پر غور کیجئے
آج خدا کا خلیفہ بہانگِ بلند یہ اعلان فرما رہا ہے کہ آئندہ چودہ سال قربانیوں کے سال ہیں۔ اسلام احمدیت کے درخت کے وجود کو سرسبز رکھنے کے لئے ہمیں آج بھی خبیبؓ ـــــ سعدؓ ـــــ اور برہان الدین کی ضرورت ہے۔ ناصر دین ایدہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ چنانچہ ۲۲ راکتوبر کو اپنے حالیہ سفر سے واپسی کے بعد پہلے خطبہ جمعہ میں حضور خدّام کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:ـــــ

"اگر ان مقررہ دنوں میں خدام الاحمدیہ کا اجتماع ہوتا تو وہاں تم نے خدام کا عہد دوہرانا تھا لیکن اب اس خطبہ کے دوران خاموشی کے ساتھ تم اپنے ربِّ کریم سے یہ عہد کرو کہ اس کے نام کی بلندی اور اس کے عشق کو دلوں میں گاڑنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پھیلانے اور آپ کی محبت سے سینوں کو معمور کرنے کے لئے جس قربانی کی بھی ضرورت ہوگی ہم اپنی طاقت کے اندر اس کے حضور پیش کردیں گے۔"

جنہوں نے یہ پیغام سُنا، انھوں نے ضرور یہ عہد دوہرایا ہوگا۔ اور جو "خدّام" اس وقت موجود نہ تھے۔ ہم ان تک یہ پیغام پہنچاتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اس "تجدید عہدِ وفا" کے ساتھ ان میں ایک نیا ولولہ، جوش اور عزم پیدا ہوگا اور وہ اسلام احمدیت کی خاطر اپنی جان و مال وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہردم تیار رہیں گے ـــــ

وما توفیقنا الّا باللّٰہ العلیّ العظیم!

کلام الامام

"یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا!"

بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ نے فرمایا:—

"مَیں خدا کی طرف سے ہوں۔ مَیں یہ پیشگوئی کرتا ہوں کہ میرے بعد قیامت تک کوئی ایسا مہدی نہیں آئے گا جو جنگ اور خونریزی سے دنیا میں ہنگامہ برپا کرے اور خدا کی طرف سے ہو۔ اور نہ کوئی ایسا مسیح آئے گا جو کسی وقت آسمان سے اترے گا۔ ان دونوں سے ہاتھ دھو لو۔ یہ سب حسرتیں ہیں جو اس زمانہ کے تمام لوگ قبر میں لے جائیں گے۔ نہ کوئی مسیح اترے گا نہ کوئی خونی مہدی ظاہر ہوگا۔ جو شخص آنا تھا وہ آچکا وہ میں ہی ہوں جس سے خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا وہ خدا سے لڑتا ہے کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟"
(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۲۷،۲۸)

"یہ ایسا زمانہ آگیا ہے کہ شیطان اپنے تمام ذریات کے ساتھ ناخنوں تک زور لگا رہا ہے کہ اسلام کو نابود کر دیا جائے اور چونکہ بلاشبہ سچائی کی جھوٹ کے ساتھ یہ آخری جنگ ہے۔ اس لئے یہ زمانہ بھی اسی بات کا حق رکھتا ہے کہ اس کی اصلاح کے لئے کوئی خدا کا مامور آئے۔ پس وہ مسیح موعود ہے جو موجود ہے اور زمانہ حق رکھتا ہے کہ اس نازک وقت میں آسمانی نشانوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی دنیا پہ حجت پوری ہو۔ سو آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور آسمان جوش میں ہے کہ اس قدر آسمانی نشان ظاہر کرے کہ اسلام کی فتح کا نقارہ ہر ایک ملک میں اور ہر یک حصہ دنیا میں بج جائے۔ اے قادر خدا! تو جلد وہ دن لا کہ جس فیصلہ کا تو نے ارادہ کیا ہے وہ ظاہر ہو جائے اور دنیا میں تیرا جلال چمکے اور تیرے دین اور تیرے رسول کی فتح ہو۔ آمین ثم آمین!"
(چشمہ معرفت صفحہ ۸۳-۸۴)

موجباتِ غسل: جن باتوں کی وجہ سے نہانا ضروری ہو جاتا ہے انھیں موجباتِ غسل کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

مباشرت میں زن و شوہر کا مخصوص جنسی تعلق قائم کرنا۔ احتلام یا کسی اور وجہ سے شہوانی ہیجان کے ساتھ مادہ منویہ کا نکلنا۔ عورت کے ایام ماہواری یعنی خونِ حیض کا ختم ہونا۔ ولادت کے بعد خونِ نفاس کا ختم ہونا۔ ان صورتوں میں نہائے بغیر اور اگر سخت سردی یا کسی اور وجہ سے نہانے سے بیمار ہو جانے کا ڈر ہو تو تیمم کے بغیر نماز پڑھنا جائز نہ ہوگا۔

غیر مسلم قبولِ اسلام کے بعد جب نماز پڑھنے لگے تو پہلے نہائے اور پھر اس کے بعد نماز شروع کرے تاکہ قبولِ اسلام کے بعد جب پہلی بار وہ خدا کے حضور حاضر ہو۔ تو باطنی طہارت کے ساتھ ظاہری طور پر بھی پاک و صاف ہو۔ نو مولود بچہ کو نہلانا بہت ضروری ہے اور تجہیز و تکفین سے پہلے میّت کو غسل دینا بھی ضروری ہے تاکہ پاک و صاف حالت میں اس کی نماز جنازہ پڑھی جا سکے اور پھر اس کی تدفین عمل میں لائی جائے۔

علاوہ ازیں جمعہ اور عید کے دن اور حج کے موقعہ پر نہانا مسنون ہے۔ اسی طرح بیماری سے صحتیاب ہونے کے بعد غسلِ صحت بھی باعثِ برکت ہے جو شخص میّت کو نہلائے اسے بعد میں خود بھی نہا لینا چاہیئے موسم کو مدّنظر رکھتے ہوئے روزانہ یا کبھی کبھار نہاتے رہنا صحت و صفائی کے لحاظ سے بہت مفید رہتا ہے

نہانے کے فرائض و آداب: نہانے کے تین فرض ہیں۔ (۱) کلّی کرنا (۲) پانی سے ناک صاف کرنا۔ (۳) اس کے بعد سارے بدن پر پانی ڈالنا۔ یہاں تک کہ جسم کا کوئی حصّہ خشک نہ رہے۔ عورت کے سر کے بال اگر گھنے اور گندھے ہوئے ہوں تو ان کا کھولنا، سارے بالوں کو تر کرنا ضروری نہیں۔ اگر سر کو پوری طرح دھونے میں خاص دقّت اور مشکل ہو۔ جیسے شدید سردی ہو۔ تو سر پر تین چلّو پانی ڈال کر مسح کے رنگ میں سر پر ہاتھ پھیر لینا کافی ہے

نہانے کا مسنون طریقہ یہ ہے۔ کہ نہانے والا موسم کے مطابق گرم یا سرد صاف ستھرا پانی استعمال کرے پہلے استنجا کرے اور پھر بسم اللہ پڑھ کر ہاتھ دھوئے اس کے بعد کلّی کرے اور ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کرے۔ منہ دھوئے اور پھر کہنیوں تک ہاتھ دھوئے۔ سر کا مسح کرے گویا پہلے وضو کرے پھر بدن پر تین بار پانی ڈالے۔ پہلے دائیں طرف اور پھر بائیں طرف۔ نہاتے وقت جسم کو اچھی طرح ملنا بھی چاہیئے۔ اسی طرح کوئی اچھا سا صابن یا میل دُور کرنے والی کھلی اور چیز استعمال کرنا بھی آداب غسل میں شامل ہے

جس حالت میں نہانا ضروری ہے اس حالت میں نہائے بغیر نہ انسان نماز پڑھ سکتا ہے نہ قرآن کریم کی باقاعدہ تلاوت کر سکتا ہے اور نہ ہی مسجد میں جا سکتا ہے۔

وضوء:

وضو کی حکمت: وضو سے کسلمندی اور

کی غرض پوری نہیں ہوتی لیکن خیالات مجتمع کرنے، توجہ ایک طرف لگانے اور ایک اہم اور بابرکت کام لینے کے لئے مستعدی پیدا کرنے کا مقصد اس سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تصویری زبان میں منکسرانہ دُعا کا رنگ بھی اس میں پایا جاتا ہے۔ گویا تیمم کرنے والا کہتا ہے کہ اے ہمارے خدا تیرے پانی کے بغیر ہم خاک آلودہ ہوئے جاتے ہیں۔ تیرے پانی کی یہ نعمت اگر ہمیں میسّر نہ آئی تو ہمارے جسم گرد و غبار سے اَٹ جائیں گے۔ اس لئے تو جلد پانی عطا فرما۔

تیمم کے اسباب: اگر پانی کا استعمال مشکل ہو مثلاً انسان بیمار ہو یا پانی ملتا نہ ہو یا پانی نجس ہے تو نماز پڑھنے کے لئے نہانے یا وضو کرنے کی بجائے انسان تیمم کرے۔

تیمم کرنے کا طریق: صاف و پاک مٹی یا کسی غبار والی چیز اور اگر ایسی کوئی چیز نہ ملے تو ویسے ہی کسی ٹھوس چیز پر صحت نماز کی نیت سے اور بسم اللہ پڑھ کر دونوں ہاتھ مارے اور ان کو پہلے منہ پر پھیرے اور پھر دونوں ہاتھوں پر۔ اگر ہاتھوں پر زیادہ مٹی لگ گئی ہو تو مسح کرنے سے پہلے اسے پھونک سے اڑانا جائز ہے۔ غسل واجب کے لئے بھی اسی طرح تیمم کیا جاتا ہے جس طرح وضو کے لئے کیا جاتا ہے۔ جن باتوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں پانی کے مل جانے یا اسے استعمال کر سکنے کی صورت میں بھی تیمم باقی نہیں رہے گا۔

پانی اور اس کے مسائل

طہارت حاصل کرنے کا بڑا اور اصل ذریعہ ہے پاک و صاف پانی استعمال کرنا چاہیئے۔ بارش۔ چشمے کنوئیں۔ دریا، نالاب، جھیل اور سمندر کا پانی پاک ہے دوسری چیزیں اس پانی سے دھوئی اور پاک کی جا سکتی ہیں۔ صحت کے اعتبار سے جو پانی مضر ہو مثلاً اس میں پتے گل سڑ جائیں یا کیڑے وغیرہ پڑ جائیں تو اسے صاف کر لینا چاہیئے اور اس کے بعد استعمال میں لانا چاہیئے پینے کے لئے وہی پانی استعمال کیا جائے جو صاف ستھرا اور صحت کے لئے مفید ہو۔

مطالعہ کتب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۷۶ء

خدام بھائیوں کے مطالعہ کے لئے ہر ماہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک کتاب برائے مطالعہ مقرر ہے

ماہ نومبر ۷۶ء میں "دافع البلاء" قیمت ۱/- فی کاپی

" دسمبر ۷۶ء " "شہادۃ القرآن" قیمت ۱/۲۵ "

قائدین مجالس اور خدام بھائیوں سے درخواست ہے کہ وہ یہ کتب دفتر خدام الاحمدیہ سے حاصل کر کے استفادہ فرمائیں۔

(مہتمم شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

ایک تحقیقی مقالہ ـــــ گذشتہ سے پیوستہ

غلبۂ اسلام کی فجر کا طلوع

از محترم مولینا عبد اللطیف بہاولپوری

مذاہبِ عالم کو چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام مذاہبِ عالم کو مقابلہ کے لئے چیلنج کیا۔ خصوصاً عیسائیوں کو جن کا فتنہ سیاسی اقتدار کی بناء پر روز بروز بڑھ رہا تھا چنانچہ ان کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اے یورپ اور امریکہ کے پادریو! آؤ میرے ساتھ مقابلہ کرو مجھ میں اور تم میں ایک برس کی مہلت ہوگی۔ اس مدّت میں اگر خدا کے نشان اور خدا کی قدرت نما پیشگوئیاں تمہارے ہاتھ سے ظاہر ہوئیں اور میں تم سے کم تر رہا تو میں مان لونگا کہ مسیح بن مریم خدا ہے لیکن اگر سچے خدا نے جس کو میں جانتا ہوں اور آپ لوگ نہیں جانتے مجھے غالب کیا اور آپ لوگوں کا مذہب آسمانی نشانوں سے محروم ثابت ہوا تو تم پر لازم ہوگا کہ اس دین کو قبول کرلو۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۲۰)

نیز فرمایا:۔

"جبکہ پادریوں کی تکذیب انتہا کو پہنچ گئی تو خدا نے حجت محمدیہ پوری کرنے کے لئے مجھے بھیجا۔ اب کہاں ہیں پادری تا مقابل پر آویں۔ بھلا اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ جو کہتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷۲)

اس کے علاوہ حضرت اقدسؑ نے تمام مخالفینِ اسلام کو نشان نمائی کی دعوت دیتے ہوئے ۱۸۸۵ء میں اشتہار دیا جس میں لکھا کہ:۔

"دینِ حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتابِ حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے .... آپ

کو اس دین کی حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالبِ صادق بن کر قادیان میں تشریف لائیں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر اُن آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کریں۔ لیکن اس شرط نیت سے کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اس جگہ (قادیان میں) شرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے۔ اس شرط نیت سے آپ آویں گے تو ضرور انشاء اللہ تعالیٰ آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔ اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے۔ جس میں تخلف کا امکان نہیں........ اور اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دو سَو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائیگا۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۲۰-۲۲)

اسلام کے خلاف امنڈتے ہوئے سیلاب کا بند باندھنے کے لئے حضور نے کئی ایک اور بھی تدابیر اختیار کیں۔ ان سے مناظرے کئے۔ اشارہ الٰہی پاتے کی بناء پر معاندینِ اسلام کے انجام کے متعلق الہامی پیشگوئیاں شائع فرماتے ہوئے ان کو مباہلہ کا چیلنج دیا

میدانِ مباہلہ میں جو بھی آیا۔ جلالِ الٰہی کا نشانہ بن کر ہلاک و تباہ ہو گیا۔ عیسائیوں میں سے امریکہ کا ایک مشہور مناد الیگزینڈر ڈوئی اور ہندوستان میں عبداللہ آتھم، آریوں میں سے پنڈت لیکھرام اور سوامی شردھانند اور مسلمانوں میں سے وہ تکفیر باز ملاّ جو مباہلہ کی زد میں آکر آپ کی صداقت کا نشان بنے۔ بحیثیت مامور رسول آپ کا یہ پہلا کام تھا جس کی بناء پر جلالِ الٰہی کا مشاہدہ دنیا کو کرایا گیا۔

حقیقی اسلام کی دعوت

دوسرا کام آپ کا بحیثیت رسول وہ تھا جس کی طرف آیت میں لفظ بالھدیٰ اشارہ کر رہا ہے۔ یعنی آپ نے ہدایت ربانی پاکر اور مہدی کے لقب سے

ملقب ہو کر مسلمانوں کو حقیقی اسلام کی وہ صحیح راہ ہدایت (صراط مستقیم) دکھائی جس سے بھٹک کر وہ اسے گم کر چکے تھے۔ آپ نے اپنی قوت قدسیہ سے ان ہستیوں کو جو آپ کی بیعت کر چکی تھیں۔ تزکیۂ نفس کر کے اور حقیقی اسلام کا حامل بنا کر دنیا میں بھجوایا تا قرآنی پیشگوئی وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ کا نمونہ ان کے سامنے پیش ہو۔ اور انھیں روحانی حقائق اور علوم و معارف قرآنیہ کے خزائن سے مالا مال کر کے الٰہی خزانے دنیا میں تقسیم کرنے کے لئے بھجوایا تا علیٰ وجہ البصیرت ہو کر ان خزائن کو بانٹیں۔ جس کا نتیجہ آج دنیا کے سامنے ہے۔ کفرستان یورپ میں اسلامی مشن قائم ہو چکے ہیں اور اسلامی قلعے یعنی مساجد تعمیر ہو کر ان میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ اور قرآنی تراجم ان کے گھروں اور ہوٹلوں میں پہنچائے جا رہے ہیں۔ کجا وہ وقت جبکہ کفر و شرک کے پلندے عیسائی پادری منّاد اسلامی ملکوں میں گھس کر مسلمانوں کو مرتد بنا رہے تھے اور ان کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ مگر آج اسلامی انقلاب دیکھئے۔ حضور اقدس کی روحانی توجہ اور برکت اور مساعی جمیلہ سے اب اسلامی منّاد مغربی ممالک میں پہنچ کر اسلام کی تبلیغ کر رہے اور انھیں حلقہ بگوش اسلام بنا رہے ہیں۔

قانون الٰہی کا نفاذ

تیسرا کام جس کے لئے آپ کی بعثت ہوئی وہ ہے جس کی طرف آیت میں لفظ دِيْنِ الْحَقِّ اشارہ کر رہا ہے دین کے معنی قانون کے بھی ہیں اور الحق اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔ دین الحق کے معنی ہوئے۔ خدا کا قانون۔ پس آیت میں اشارہ ہے کہ آپ کو بحیثیت رسول سیاست الٰہیہ کی بھی مہارت بدرجۂ اتم عطا ہو گی۔ آپ اللہ کے قانون کے اعلیٰ ترین رازدان اور ماہر وکیل قرار پائیں گے آج دنیا میں مکّارانہ سیاست کا دور دورہ ہے۔ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر انسانیت کشی کی جاتی ہے اور اخلاق قومی و ملّی کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ مغربی قومیں تو پہلے ہی مذہب چھوڑ چکی تھیں اب وہ دینی نظام کو بذریعہ سیاست مکّارانہ تمام دنیا میں مسلّط کرنے کی کوشش کر رہی ہیں اور اسے اپنی زندگی کا لائحہ عمل قرار دے کر اس پر اترا رہی ہیں اب ان کا اوڑھنا بچھونا یہی مکارانہ سیاست ہے عام طور پر مسلمان بھی۔ حقیقی اسلام سے ناواقف ہیں اور اپنی مغربی قوموں کی نقّالی کرتے چلے آ رہے ہیں۔..........

....

.... اور انھیں اپنی اس ذلت کا احساس تک نہیں۔ اس لئے سیاستِ الٰہیہ کے ماہر، قانون اسلامی کے عارف۔ وکیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو اس قسم کی حرکات سے دور رکھنے اور سیاست کے گھناؤنے خارزار میں قدم رکھنے سے بڑی سختی سے منع فرمایا اور اشاعت دین، تبلیغ مذہب اور غلبۂ اسلام کی عالمگیر مہم کی داغ بیل اس ماہرِ قانونِ الٰہی نے ایسے ماہرانہ انداز میں ڈالی جس پر دنیا کفر کی قوموں کو اپنے ملکی قانون کی رُو سے اس میں رکاوٹ ڈالنے

کی کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ کی جماعت دنیا کے کناروں تک پہنچ کر اپنا وظیفہ تبلیغ ادا کر رہی ہے اور جماعت کے مشنوں کا جال صفحہ ارضی کے ان علاقوں تک بچھایا جا چکا ہے جن کی حدود پر سورج غروب نہیں ہوتا۔

غلبۂ اسلام کی عظیم الشان مہم

یہ ہیں غلبۂ اسلام کے لئے حضورؑ کی زندگی کے چند کارنامے۔ حضورؑ کے وصال کے بعد غلبۂ اسلام کی اس عظیم الشان مہم کی تکمیل کے لئے جماعت احمدیہ میں وہی خلافت کا نظام جاری ہوا جس کے اجراء کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشارت فرما چکے تھے کہ وہ منہاج نبوت پر قائم ہونے والی خلافت ہوگی۔ اس نظام خلافت کی برکت سے غلبۂ اسلام کے ایسے ایسے عظیم الشان کام سرانجام پا رہے ہیں جن کی مدح سرائی میں دانشوران ملک و ملت کی قلمیں رواں دواں ہیں اور دشمنان اسلام کے دلوں پر رعب چھا رہا ہے۔ یا وجود اس کے وہ اعتراف کر رہے ہیں کہ اب اسلام کا حسین چہرہ اپنی تاب و توانائی سے اصلی صورت میں نمودار ہو رہا ہے جس پر کسی قسم کا اعتراض نہیں پڑ سکتا۔

(۱) چنانچہ لارڈ بشپ آف گلاسٹر ریورنڈ چارلس جان آف کورٹ نے پادریوں کی کانفرنس میں جو لندن میں منعقد ہوئی۔ تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

"اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں۔ مجھے ان لوگوں نے جو صاحب تجربہ ہیں بتایا ہے کہ ہندوستان[1] کی برطانوی مملکت میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آ رہا ہے.....

..... یہ ان بدعات کا سخت مخالف ہے جن کی بناء پر محمدؐ کا مذہب ہماری نگاہ میں قابل نفرین قرار پاتا ہے اس نئے اسلام کی وجہ سے محمدؐ کو پھر وہی عظمت حاصل ہوتی جا رہی ہے.....

..... پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہم میں سے بعض کے ذہن اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔"

(The offical report of the Missionary-Conference of The Anglican Communion (1894. P. 64))

(۲) انگلستان کا مشہور فلسفی اور مصنف برنارڈ شا اپنی کتاب Getting Married. میں لکھتا ہے:۔

"یورپ محمدؐ کے مذہب کا گرویدہ ہونا شروع ہو گیا ہے اور اگلی صدی میں یہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنے مسائل کے حل کے لئے آپ کے لائے ہوئے مذہب کی افادیت کو تسلیم کرے گا....

---

[1] یہ تقریر پاکستان بننے سے پہلے کی ہے۔

.... پہلے ہی اسی حقیقت تک پہنچ سے
بہت سے قومی بھائی اور یورپ کے
اور لوگ بھی اسلام قبول کر چکے ہیں
اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ
یورپ مسلمان ہونا شروع ہو چکا ہے"

(۳) ہالینڈ کا ایک مشہور اخبار "اسلامی ہلال یورپ کے افق پر" کا عنوان دے کر لکھتا ہے :-

"یورپ کا نوجوان طبقہ عیسائیت
سے بیزار ہو رہا ہے ...... دوسری
طرف اسلام یورپ میں اتحاد کا علم
لئے ہوئے ہے اور یہ نوجوان اُدھر
مائل ہو رہے ہیں .... جس کا
سب سے طاقتور انجن جماعت احمدیہ ہے"
(A Catholic Jou.)

(۴) ایچ کریمن امریکن مشنری لکھتا ہے :-

"مسلمانوں میں صرف یہی جماعت ہے
جس کا واحد مقصد تبلیغ اسلام ہے
.... ان میں قربانی کی روح اور
تبلیغِ اسلام کا جوش اور اسلام کے
لئے سچی محبت دیکھ کر بے اختیار
تعریف نکلتی ہے۔ یہاں کے لوگ اسلامی
جوش اور اسلام کی آئندہ کامیابی کی
امیدوں سے سرشار ہیں۔"
(مسلم ورلڈ اپریل ۱۹۳۱ء)

(۵) کیتھولک ہیرلڈ نائیجیریا ۱۹ اگست ۱۹۵۵ء

میں عیسائی مشن کے ایک سرکردہ ممبر نے لکھا :-

"آج سے تیس سال قبل مسلمان نہایت
پسماندگی کی حالت میں زندگی گزار
رہے تھے لیکن جب سے احمدیہ جماعت
نے اپنے ترقی پسندانہ پروگرام کو عملی
جامہ پہنانا شروع کیا ہے مسلمانوں
میں حیرت انگیز تبدیلی واقع ہو گئی ہے"
(دی پاکستان ٹائمز لاہور۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۶۰ء)

(۶) امریکہ کا ایک عیسائی محقق مسٹر "فری لینڈ ایبٹ" اپنی تصنیف "اسلام اینڈ پاکستان" میں لکھتا ہے :-

"جماعت احمدیہ کی اصل اہمیت یہ
ہے کہ اس نے تبلیغ اسلام پر بہت
زور دیا .... اس امر کو ایک بنیادی
اصول کے طور پر اختیار کیا کہ دوسرے
مذاہب کے ماننے والوں پر ان کے
اپنے مذہب کی خامیاں واضح کی جائیں
اور اس راہ میں پوری طاقت صرف
کر کے انہیں حلقہ بگوش اسلام بنایا
جائے .... احمدیوں نے عیسائیت
پر ڈنکے کی چوٹ مسلسل اور پیہم حملہ آور
ہو کر بہت سے مسلمانوں میں ایک
مضبوط ایمان و یقین پیدا کر دکھایا ....
...... جماعت احمدیہ کی یہی اصل اہمیت
اور یہی اس کا اصل امتیاز ہے۔"
(اسلام اینڈ پاکستان۔ صفحہ ۱۶۰-۱۶۱)

مسلمانوں میں اگرچہ عام طور پر تعصب ملّائوں کے زیر اثر ارباب قلم جماعت احمدیہ کی مساعی حسنہ کے اعتراف کی جرأت نہیں کرتے مگر ان گنہگرد غبار میں بعض حق گو الماس جیسی ہستیاں آپ ضرور پائیں گے جو اس شہادت کو برملا ادا کرنے سے دریغ نہیں کرتے

(۷) ان چیدہ نفوس میں سے میں محترم ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم صاحب ایم اے ایل ایل بی - پی ایچ ڈی لاہور کا ذکر کرتا ہوں - آپ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"تحریک احمدیت کی ان زبردست کوششوں کا نتیجہ ہے کہ وہ مسلمان جو اٹھارھویں صدی میں اپنی موت پر دستخط کئے ہوئے تھے - خدا کے فضل سے اپنے اندر زندگی کی ایک برقی لہر محسوس کرتے ہوئے اعلان کر رہے ہیں کہ یہ بیسویں صدی ہر جگہ مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کے لئے بیداری کا آغاز ہے"

(رسالہ "استقلال" لاہور صلا)

(۸) الحاج عبد الوہاب عسکری (صحافی بغداد) لکھتے ہیں:-

"بلاشبہ جماعت احمدیہ کے ہاتھوں اسلام کا مستقبل اب روشن ہو گیا ہے"۔

("مشاہداتی فی سماء الشرق" - ترجمہ اردو ص۲۵)

یہ چند مثالیں مشتے نمونہ از خروارے پیش کی گئی ہیں۔

○

عالی حوصلگی

اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے ولید نے اقتدار سنبھالا - ولید کے دل میں مدینے والوں کے لئے ہمدردی پیدا ہو گئی - اس نے مدینہ کے ظالم حاکم ہشام مخزومی کو معزول کر کے قریش کے جوان سال عمر بن عبد العزیز کو مدینے کا حاکم مقرر کیا (عمر بن عبد العزیز بعد میں خلیفہ بنے)

ہشام مخزومی کو اس کی بداعمالیوں کی سزا میں مدینے کے ایک چورا ہے پر کھڑا کر دیا گیا اور عام منادی کرا دی کہ ہر شخص ہشام سے اپنا انتقام لے سکتا ہے۔

مدینے کے لوگ ہشام سے اس کی زیادتیوں کا بدلہ لے رہے تھے اور وہ تصویر عبرت بنا ہوا تھا۔ اہل مدینہ کے انتقام لینے کے باوجود ہشام پر ایک خوف طاری تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ جب رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اہل خاندان آئیں گے تو اس کی بوٹیاں نوچ لیں گے کیونکہ اس نے اپنے عہد میں سب سے زیادہ اسی خاندان کو ستایا تھا۔ لیکن جب امام زین العابدینؓ اپنے اہل و عیال اور عقیدتمندوں کے ساتھ ہشام کے قریب پہنچے تو ان کا طرز عمل دوسرے لوگوں سے قطعی مختلف تھا۔ انہوں نے ہشام مخزومی کو سلام کیا اور اس کے کندھے پر شفقت سے ہاتھ رکھ دیا پھر پوچھا۔ "ہشام! میں اس مصیبت میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

(مرسلہ: خلیل احمد سولنگی - گوجرانوالہ)

○

تحقیقی مقالہ

PEKING MAN.

جناب شیخ عبدالقادر محقق۔ رستم پارک لاہور

چینی جو کبھی مادر پدر ننگے تھے، بہت جلد موجودہ آبادی کے ہر کردار کے مقابلہ پر ایک سائنسی شعور پا کر خود مختار ہو گئے اور چین کی تاریخ کا ایک تابناک باب ختم ہو گیا۔ بعض لوگ اپنے معاشرہ کے بابا آدم ہوتے ہیں۔ علمائے انسانیات نے کوئی لاکھ سال پہلے کا ایک بابا آدم تلاش کیا تھا۔ اسے "پیکنگ مین" (Peking Man) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ آئیے پیکنگ مین سے آپ کو ملاتے ہیں یہ خوبصورت اسم شاید کسی ایک کا تحفہ ہے۔ (مصنف)

عصر حاضر کا انسان اپنے لاکھوں سال پہلے کے آباؤ اجداد کی تلاش میں ہے۔ آئیے! انسان قدیم کے ایک مرکز میں پہنچتے ہیں۔ یہ ہے پیکنگ سے پچاس کلومیٹر دور لاکھوں سال پرانا ایک کشادہ غار۔ آج سے کوئی پانچ لاکھ سال پہلے یہاں انسان آباد تھا۔ تورانی نسل کے اجداد سے ان کا تعلق تھا۔ یہ لوگ اسی علاقے میں کوئی تین لاکھ سال تک جہد للبقاء میں مصروف رہے۔ ان کا

ناک نقشہ قدرے مختلف ہے۔ دماغ چھوٹا اور پیشانی پیچھی ہوئی تھی۔ اوپر کی تہوں سے موجودہ انسان کے آثار ملتے ہیں۔ گویا جب پرانی نوع معدوم ہو گئی اس کی جگہ نئی نوع نے لے لی۔ نوعِ معدومہ کو "پیکنگ مین" کا نام دیا گیا۔

مذکورہ غار سے "پیکنگ آدمی" کی کھوپڑی، باقیات جسم، پتھر اور ہڈیوں کے بنے ہوئے اوزار اور دیگر

سازوسامان ملتا ہے۔ جب اس انسان کو RECON-STRUCT کیا گیا تو اس کا ایک "ہیولا" تیار ہوگیا۔ اور پتہ لگا کہ یہ حضرات، بول سکتے تھے اور اپنی بات ایک دوسرے کو بخوبی سمجھا سکتے تھے۔ اس کے اوزاروں کے پیچھے ایک کاریگر کا ہاتھ کارفرما ہے۔ غار اور اس کے نواح کی مکمل کھدائی پر تیرہ تہیں برآمد ہوئی ہیں۔ یہ تیرہ پرت قدمائے چین کی کتاب زندگی کے اوراق ہیں۔ انھیں پڑھ لیجئے۔ ہر دور کی ایک دھندلی سی تصویر، ایک فلم کی طرح آنکھوں کے سامنے گھوم جاتی ہے۔

اس غار سے تعلق رکھنے والا بشر نہ صرف آگ کے استعمال سے بخوبی واقف۔ بلکہ اس سے سدا جلتا رکھنے میں بھی مہارت رکھتا تھا اس انسان کے خانۂ دماغ کی گنجائش 075 cc تھی جبکہ خانۂ دماغ کا موجودہ حجم کم و بیش 1475 cc ہے۔ اس کی پیشانی کا سامنے کا حصہ ابھرا ہوا نہیں۔ بیٹھا ہوا ہے۔ صرف اتنی سی بات پر اُسے Ape - man کا نام دیا گیا۔ چینی علماء نے ثابت کیا ہے کہ وہ ڈیل ڈول، کام کاج بول چال، اور کاریگری کے لحاظ سے اچھا بھلا انسان ہے اس کے دماغ میں کوئی نقص نہیں ابھرا تھا۔ نہ ہی وہ "بوزنہ" تھا

"علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے"

اس فرمودۂ رسول ؐ پر عمل کیا تو پتہ لگا کہ اہل چین نے "پیکنگ مین" پر بڑی تحقیق کی ہے۔ "چیا لان پو" نے ایک خوبصورت کتابچہ تیار کیا ہے جس میں اس تحقیق کا خلاصہ دے دیا گیا۔ اس کا نام ہے "The cave home of Peking man"۔ کتاب میں شامل فرضی تصاویر اور نقشہ جات نے کتاب کے حسن و خوبی میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ کتاب میں ایک "سُرخاب کا پر" بھی ہے اور وہ یہ کہ :-

- انسان خدا کی تخلیق نہیں بلکہ اولادِ ارتقا ہے
- جُہد للبقاء اور زندگی کے لئے تگ و دو نے اسے پیدا کیا وہ ارتقاء پذیر ہوا اور مکمل انسان بن گیا۔
- محنت اور مشقت اور کام کاج نے اسے بولنا سکھایا
- اہل مذہب کہتے ہیں "خدا نے انسان کو پیدا

کیا۔" (بائیبل)

محنت کش عوام کا استحصال کرنے والے طبقات نے اس قسم کی مذہبی کہانیوں کا سہارا لیا تاکہ غریبوں کو فریب دے کر ان کو پابہ زنجیر رکھا جائے۔

یہ ہے الحاد کے حق میں مذہب کے خلاف وہ مکتبِ فکر، جو کہ کمیونسٹ دنیا کا طرۂ امتیاز ہے اسے آپ "سرخاب کا پر" بھی کہہ سکتے ہیں۔

جس جگہ پیکنگ انسان کے آثار ملے ہیں۔ وہاں ترتیب ہی نوادرات کا ایک عجائب خانہ بنا دیا گیا۔ ارتقاء نوع بشر کے لئے یہ عجائب خانہ قابلِ دید ہے۔ کتاب کے ایک باب میں ذکر ہے کہ نئی کھدائیوں نے پیکنگ مین کے متعلق بعض پرانے نظریات ختم کر دیئے ہیں۔ ان کی جگہ نئے مفروضے آگئے۔ یہاں ذرا ٹھہریئے! کیوں نہ سمجھا جائے کہ بوزنے کا کسی گمشدہ کڑی سے خود بخود انسان کے ارتقاء پذیر ہونے کا نظریہ بھی قابلِ ترمیم ہے جبکہ بیشتر علماء یہ تبدیلی قبول کر چکے ہیں۔

پھر انسان کی اتنی پیچیدہ مشینری خود بخود معرضِ وجود میں آگئی ـــــ یہ ایسی ہی بات ہے کہ ایک چھاپہ خانہ خود بخود بن گیا۔ اس میں از خود کتابیں کمپائل ہو کر طباعت کے مختلف مراحل سے گزرنے لگیں ـــــ

حماقت کی کوئی حد ہوتی ہے۔ علمی حماقت کی شاید نہیں ہوتی؟

حال ہی میں کینیا، ایتھوپیا وغیرہ سے انسان کے باقیات جسم ملے ہیں۔ ان کے تجزیہ سے معلوم ہوا کہ ڈارون کی کتنی بڑی بھول تھی کہ چند لاکھ سال پہلے کا انسان بندر تھا یا "بندر نما"۔ آج سے ۳۷ لاکھ سال پہلے کے یہ آثار بتاتے ہیں کہ انسان ہمیشہ سے انسان تھا۔ وہ چالیس لاکھ سال پہلے بھی ہم جیسا انسان تھا اس انکشاف کی وجہ سے ڈارون کا نظریۂ ارتقاء قابلِ ترمیم سمجھا گیا ہے" جیسن جرائیم" کے نظریہ نے ارتقاء کے حامیوں کو سخت دھچکا لگایا۔ اس دھچکے کے باوجود چین اور روس والے ڈارون، کارل مارکس اور اینگلز کے فلسفے کو حرفِ آخر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انسان کا علم ارتقاء پذیر ہو رہا ہے۔ تردۂ خاصیتیں والا نظریہ ختم ہو رہا ہے۔

شیخِ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی ذوالکشف کتنا صحیح اور راست ہے کہ انسان ہمیشہ سے انسان ہے۔ کشف میں ایک حدیث ان کے سامنے آئی۔ کہ

"ایک لاکھ آدم ہوئے ہیں"

آج سے چالیس ہزار سال پہلے کے آدم سے ملاقات ہوئی اور ابن عربی نے ان سے بات چیت کی۔ ہمارا ایمان ہے کہ بالآخر دہریہ بالمرز انہی ابدی صداقتوں کی طرف آئیں گے۔ جن کا قرآن و حدیث میں ذکر ہے قرآن حکیم میں ہے کہ انسان کو مختلف ادوار میں ارتقاء پذیر ہوا ہے۔

" وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝ "

(سورۃ نوح)

لیکن انسان، انسان ہی ہے۔ "احسن تقویم"

میں اس کی تخلیق ہوئی - انسان کے خلیۂ حیات میں شروع سے انسانی خصوصیات کا جین (انسانی جوہر) مخفی ہے. اور کارفرما ہے۔ بندر سے انسان "ایک مفروضہ تھا جسے علماءِ انسانیات کا ایک حصّہ چھوڑ چکا ہے۔ روس اور چین والے مرے ہوئے بندر کو اسی طرح سینے سے لگائے ہوئے ہیں جس طرح بندریا اپنے مردہ بچے کو چھوڑنے کا نام نہیں لیتی۔

عصرِ حاضر، قرآنی حقائق پر پردہ نما ہونے اور ان کے ظہور کا زمانہ ہے۔ قرآن ایک ابدی صداقت ہے جوں جوں حقائقِ اشیاء کا علم ہوگا۔ قرآنی صداقت ظاہر و باہر ہوگی۔ یہاں تک کہ انسان پکار اٹھے گا کہ یہ خدا کی کتاب ہے اس میں صداقت کا ہر پہلو موجود ہے۔

؎ یا الٰہی! ترا فرقان ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا"

ایک ادبی مقالہ

اردو کے احمدی ادباء اور شعراء کا مختصر تذکرہ

جناب نسیم سیفی ربوہ

حضرت میر ناصر نواب دہلوی رضی اللہ عنہ

آپ کی شاعری مقصدیت کی جیتی جاگتی مثال ہے اور ان لوگوں کے لئے جو اپنے فن کو انسانی بہبود کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ایک مشعلِ راہ سے کم نہیں۔ حضرت میر صاحب اپنے خود نوشت حالات میں فرماتے ہیں:۔

"زمانہ بھی عجیب چیز ہے۔ ایک زمانہ تھا میں نہ تھا۔ پھر ایک زمانہ آیا کہ میں پیدا ہوا اور دلی شہر میں جنم لیا خواجہ میر درد صاحب علیہ الرحمۃ کے گھرانے میں پیدا ہو کر نشوونما پایا اور ان کی بارہ دری میں کھیل کود کر بڑا ہوا۔ ان کی مسجد میں پڑھا کرتا تھا۔ ماں باپ کے سایہ میں پرورش پا رہا تھا کوئی فکر و اندیشہ دامنگیر نہ تھا کہ ناگہاں میرے حال میں ایک تبدیلی پیدا ہوئی جس کا بظاہر کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اتفاقاً میرے والد ماجد صاحب کسی کام کے لئے بنارس تشریف لے گئے۔ شاہ آباد آگرہ میں ہیضہ سے ان کا انتقال ہو گیا۔"

اس اقتباس سے دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت میر صاحب خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور شاعری انہیں ورثہ میں ملی تھی اور دوسری یہ کہ حضرت میر صاحب نثر بھی نہایت سادہ اور موثر لکھتے تھے۔

آپ اسلام کے فدائی تھے اور نظم اور نثر بلکہ ہر قول اور فعل اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر وقف رکھتے تھے قومی ضروریات کا انہیں بے حد احساس تھا۔ چنانچہ انجمن حمایت اسلام لاہور کا جب نیا نیا دور شروع ہوا تو اس کے سالانہ جلسہ میں آپ نے ایک نظم پڑھی جس کے ایک شعر کی وجہ سے انجمن کو خوب آمدنی ہوئی۔ وہ شعر یہ تھا:

ــــ

"پھولوں کی گر طلب ہے تو پانی چمن کو دے
جنت کی گر طلب ہے تو زر انجمن کو دے"

آپ غریبوں کے ہمدرد اور یتیموں بیواؤں کے سرپرست تھے اور اپنی ساری زندگی اس مشغلے میں گذار دی۔ آپ کی نظمیں نہایت سادہ ہیں لیکن اثر سے بھرپور۔ ایک طویل نظم کا ایک بند ملاحظہ ہو:- ؎

"تکبر سے اور فخر سے تو نہ تن
کہ ہو جائیگا خاک اک روز تن
نکل جائیگا سب تیرا بانکپن
غریبوں پہ کر رحم مسکین بن
پدر مردہ را سایہ بر سر فگن
غبارش بنفشاں و خارش بکن"

مسلمانوں کی دگرگوں حالت کا ایک نظم میں یوں نقشہ کھینچتے ہیں:- ؎

"خدا جانے اب کس طرف چلا گئے
وہ صوفی وہ عالم وہ مرزا وہ خاں
نہ رستم علی ہیں نہ سہراب بیگ
نہ وہ خانِ دوراں نہ خانِ زماں
نہ وہ لائقِ مشورہ پیر سن
نہ وہ لائق دید ہیں اب جواں
نہ شاعر ہیں وہ اور نہ وہ بذلہ سنج
نہ وہ خوشنویس اور نہ وہ خوش بیاں
نہ وہ منطقی ہیں نہ وہ فلسفی
مہندس رہے ہیں نہ وہ نکتہ داں"

آگے چل کر فرماتے ہیں:- ؎

"وہ آفت پڑی اہلِ اسلام پر
کسی کو نہ تھا جس کا وہم و گماں"

ایک سو انہتر (۱۶۹) اشعار کی اس نظم میں مسلمانوں کی اس وقت کی حالتِ زار کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے کہ ان کے پہلو میں دل تھا۔ اور دل میں درد اور یہ درد ملّتِ اسلامیہ کے لئے تھا۔

غریبوں کی امداد کے لئے آپ اکثر نظم میں اپیل کرتے تھے۔ ایک نظم میں فرماتے ہیں:- ؎

"آئے گی ایک دن سر پہ مولا کی لیس مدد
پھر دیکھو گے تم مرے اس کاروبار کو
مسجد تو بن گئی ہے شفا خانہ بھی بنا
کر دو گے تم ملاحظہ میری بہار کو"

کچھ دوستوں کے واسطے بن جائیں تھوڑے گھر
دیکھوں میں اپنی آنکھوں سے ان کی قطار کو
بیمار عورتوں کے لئے اک مکان ہو
جھانکے نہ کوئی مرض کبھی ان کے دار کو
مقدور ہے تو لاؤ روپے کچھ کرو مدد
دولت کرو نثار کرو شاد ، یار کو
مولا کے نام پہ میں سوالی بنا ہوں اب
گل جانتا ہوں میں رہِ مولا میں خار کو
عاقل خدا کے نام پہ دیتے ہیں مال و زر
اور بے وقوف دیتے ہیں پیسہ سنار کو"

آپ کو بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے خسر ہونے کا بھی فخر حاصل تھا۔ اس بات نے انھیں قومی کاموں میں اور بھی زیادہ مگن کر دیا تھا اور آپ کو ایک جذبۂ بیکراں عطا کر دیا تھا۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل مرحوم رضی اللہ عنہ

یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے کہ اس نے حضرت میر صاحبؓ کو بھی ایک اعلیٰ پایہ کا شاعر بنایا تھا اور حضرت میر صاحب کے ایک فرزند ارجمند میر محمد اسماعیل صاحبؓ کو بھی ذوقِ شعری سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب ڈاکٹر تھے اور لوگوں کا جسمانی علاج کرتے تھے لیکن دینی شاعری سے آپ نے روحانی غذا بھی مہیا کی اور روحانی دوا بھی۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب نے اگر صرف ایک ہی نظم جس کا عنوان "عَلَیْکَ الصَّلوٰۃُ عَلَیْکَ السَّلَام" ہے کہی ہوتی تو پھر بھی احمدی شعراء میں آپ کا بہت بڑا مقام ہوتا لیکن اس نظم کے علاوہ بھی انہوں نے سادہ عام فہم زبان میں متعدد نظمیں کہی ہیں۔ اس نظم کا پہلا بند ملاحظہ ہو:- ؎

"بدرگاہِ ذی شان خیر الانام
شفیع الوریٰ مرجعِ خاص و عام
بصد عجز و منت بصد احترام
یہ کرتا ہے عرض آپ کا اک غلام
کہ اے شاہِ کونین عالی مقام
عَلَیْکَ الصَّلوٰۃُ عَلَیْکَ السَّلَام"

جی تو چاہتا ہے کہ ساری نظم سنا دوں۔ کیونکہ یہ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور نعتوں میں اس نعت کا درجہ بہت بلند ہے۔

آپ کی نظمیں پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا موزوں الفاظ آپ کے سامنے قطار در قطار کھڑے ہیں اور آپ بلا تکلف ان کو اٹھا اٹھا کر نہایت قرینے سے رکھتے چلے جاتے ہیں۔ آپ کی ایک نظم ہے۔ "دعائے من"۔ اس کے ایک دو بند سنیئے:- ؎

"خدائے من، خدائے من، دوائے من، شفائے من
قبائے من، ردائے من، رجائے من، ضیائے من
قبول کن دعائے من ، دعائے من ، ندائے من
ندائے من نوائے من ، نوائے من ، صدائے من

معاف کر سزا مری گنہ مرے جفا مری
قبول کر دعا مری صدا و التجا مری

کہ بخشتا نہیں کوئی سوا تیرے خطا میری
خدائے من خدائے من قبول کن دعائے من

ترقیاں مدام دے مسرتوں کے جام دے
نجات کا پیام دے کشوف دے کلام دے
حیات دے دوام دے فلاح دے مرام دے
خدائے من خدائے من قبول کن دعائے من

کس قدر شوکت ہے اس نظم میں اور اس کے ساتھ حسین غنائیت! مشکل مذہبی اصطلاحات کو عام فہم الفاظ میں پیش کرنے میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ایک نظم کا عنوان ہے "غریبوں کی سادہ باتیں اور اہل علم کی اصطلاحیں" ؎

"جان پہچان تم سے ہو جائے
معرفت سے بھلا ہمیں کیا کام
بات سننے کو میں ترستا ہوں
مجھ کو الہام چاہیئے نہ کلام
تم پہ مرتے ہیں اے مرے پیارے
عشق کا دے رہے ہو کیا الزام
یوں ہی چھپ چھپ کے ملتے رہنا تم
وصل کا تو خیال ہی ہے خام
زاہدو کیا کریں دعاؤں کو
مانگنا بھیک ہے ہمارا کام
مجھ سے تقویٰ کا کرتے ہو کیا ذکر
ڈرتا رہتا ہوں جب میں تم سے حرام"

اس طرح اس نظم میں متعدد دیگر اصطلاحوں کو عام فہم الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اشعار تغزل کی جان نہیں تو اور کیا ہیں؟ ؎

"تم آئے اور گلے ملنے سے کترائے تو کیا آئے
ہم آئیں اور تمہارا دل نہ گرمائے تو کیا آئے
مزہ آنے کا ہے تب ہی کہ ہنستے بولتے آؤ
اگر چہرے پہ اپنے بے رخی لائے تو کیا آئے"

رباعیات اور قطعات میں حکمت کے انمول موتی پیش کئے ہیں: ؎

"ہیں گنہ بے حد و عد
شرک ہے پر سب سے بد
اور علاج اس زہر کا
قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ"

اگر تندرستی کی ہے آرزو
طبیبوں کی کرنا نہ تم جستجو
یہی ایک کافی ہے یارو عمل
كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا

کشائش کی خاطر ہو جو مضطرب
رہے وہ گنہ سے سدا مجتنب
وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ (مَخْرَجًا)
وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

آپ کا کلام "بخار دل" کے نام سے شائع ہو چکا ہے حضرت میر محمد اسمٰعیل رضی نے تعارف کے طور پر خود ہی تحریر فرمایا:۔

"شعر کی تعریف اس سے زیادہ نہیں
کہ وہ با وزن ہو۔ اس کے الفاظ عمدہ
اور مضمون لطیف ہو۔ میرے بزرگوں
کو چونکہ شاعری سے مناسبت تھی اس
لئے مجھ میں کچھ حصہ اس ذوق کا فطرتی
طور پر آیا ہے مگر دس دس بارہ بارہ
سال کے عرصہ میں ایک شعر بھی نہیں
کہتا۔ پھر کچھ کہہ لیتا ہوں۔ دوسرے یہ
کہ میرے اشعار مطالب کے حامل ہوتے
ہیں۔ نہ الفاظ کے۔ میں ایک مضمون
ذہن میں رکھ کر شعر کہتا ہوں اور الفاظ
اس مضمون کے پابند ہوتے ہیں نہ کہ
مضمون الفاظ کا۔ اسی لئے بجائے
تغزل کے یہ اشعار نظم کی صورت رکھتے
ہیں اور بجائے آمد ہمیشہ آورد کا رنگ
ان میں ہوتا ہے۔"

شاعر ہونے کے علاوہ آپ ایک نہایت اچھے
نثر نگار بھی تھے۔ "آپ بیتیوں" کو ادب میں ہمیشہ سے
وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ آپ نے ایک
"آپ بیتی" لکھی ہے۔ ایسے واقعات جن کا براہ راست
آپ سے تعلق ہے یا ایسے دلچسپ واقعات جن کے
وقوع پذیر ہونے سے آپ نے ایک تاثر لیا۔ ان کو قلمبند
فرما کر آپ نے اپنی زندگی کے نہایت مفید تجربوں کو ایک جگہ
جمع کر دیا ہے۔

آپ ایک بلند پایہ انشاء پرداز تھے اور اسی سلسلہ
میں آپ نے متعدد مضامین تحریر فرمائے ہیں جو کتابی
صورت میں تو شائع نہیں ہوئے لیکن جماعت احمدیہ
کے اخباروں میں ان کا انبار لگا ہوا ہے۔

حضرت میرزا سلطان احمد مرحوم رضی

حضرت مرزا سلطان احمد حضرت مرزا غلام احمد
بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے صاحبزادے تھے۔ آپ
ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔
اپنے وقت میں ایک مشہور و معروف ادیب اور نظم گو
تھے۔ آپ نے متعدد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

نظموں کا مجموعہ "چند نثری نظمیں" کے نام سے
موسوم ہے اور اس مجموعے میں دیباچے کے طور پر آپ
نے تحریر فرمایا ہے:-

"بے شک شاعر اور ناظم یا شعر اور
نظم میں بظاہر کوئی فرق معلوم نہیں
ہوتا۔ بادی النظر میں یہی سمجھا جاتا ہے
کہ شعر اور نظم دونوں کا مفہوم ایک
ہی ہے لیکن اگر ہم تنقیدی نظروں
سے دیکھیں گے تو ماننا پڑے گا کہ جیسے
نظم اور نثر میں فرق ہے۔ اسی کے قریب
ہی شاعر اور ناظم، شعر اور نظم میں
بڑا فرق ہے۔ اگرچہ ادبی پہلو کے
لحاظ سے بظاہر ہم اکثر شعر کو نظم
اور نظم کو شعر کہتے ہیں لیکن دراصل بات
یہ نہیں ہوتی۔ ناظم اپنی نظموں میں

شعری نکات پر قیاس نہیں کرتا بلکہ
صرف شعر گوئی کے ظاہری تعبیرات اور
نکاتِ شاعری کو ملحوظ رکھ کر نثری
الفاظ اور فقرات کو جوڑ کر فارغ ہو
جاتا ہے۔ شاعر بیشک نظم بھی کرتا ہے
اس کا شغلِ نظم ادبی رنگ کے پہلو
سے کچھ اور رنگ رکھتا ہے۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں :-

"ہم اس کوچے سے بالکل نا آشنا
ہیں جس میں شاعر رہا کرتے ہیں یہیں
تو شعر فہمی کا بھی ملکہ نہیں شعر گوئی
کجا۔ جب شعر فہمی کا بھی ملکہ نہیں
رکھتے تو ایک حد تک نظم گوئی سے بھی
محروم ہیں۔ ہم یہ چند نظمیں اس خیال
سے پیش کرتے ہیں جیسا کہ ایک ناشر
کو بھی حق ہے کہ اپنے مضامین بہ اعتبارِ
حسنِ مضامین کے پیش کرے۔ اگرچہ یہ
یہ خوانِ نظم نکاتِ شعری سے خالی
ہیں لیکن ہم متوقع ہیں کہ ہمارے قارئین
کرام بمصداق " یہ سرِ خوانِ تہی سر
پوشی باشی" عمل پیرا ہو کر خوشنود
ہوں گے۔"

اس مجموعہ میں متعدد طویل نظمیں ہیں۔ "وقت"
کے متعلق ایک نظم کے آخر پر آپ فرماتے ہیں :-

"ہائے پہلے وقت ہم ہوتے بیدار
جا چکا وقت جب ہوئے بیدار
وقت گم ہو گیا تو ہوش آیا
کیسا یہ وقت دل میں جوش آیا
وقت کو مفت کھو دیا ہم نے
اپنے ہاتھوں ڈبو دیا ہم نے
اے عزیزو سنو نصیحت یہ
وقت کرتا ہے خود وصیت یہ
اپنے اوقات کے رہو پابند
ہے زمانہ کی سود مند یہ پند"

زیادہ تر نظمیں نصیحت آموز ہیں مسلمانوں کی
گراوٹ کا نقشہ پیش کر کے ان کو ابھارنے کی کوشش کی

گئی ہے۔ اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ گل و بلبل کے قصے چھوڑ کر قومی درد پیدا کیا جائے :- ؎

"گل و بلبل کے قصوں نے کچھ پہل تم کو کیا بخشا
اگر کچھ درد رکھتے ہو تو قصہ قوم کا دیکھو
ہر اک جانب سے آتی ہے صدا آگے بڑھے جاؤ
قدم پیچھے نہ رکھو اب زمانے کی ہوا سمجھو"

"علم و دولت" کے عنوان سے علم اور دولت کا مناظرہ پیش کیا گیا ہے اور علم کو دولت سے بہتر ثابت کر کے نظم کو یوں ختم کیا ہے :- ؎

"اوج چرخ علم پر چڑھ جاؤ گیا تاخیر ہے
کامیابی کی یہی صورت یہی تدبیر ہے"

غزلیں سادہ اور پر سوز ہیں ؛ ؎

"عشق بھی آزما کے دیکھ لیا
آگ میں دل جلا کے دیکھ لیا
شیخ جی راز کھل گیا آخر
بزم رنداں میں آ کے دیکھ لیا

نگہ تیرا میرے منہ سے غضب ایسا نہیں لیکن
ترے حق میں برا کیونکر کہے میری زباں ہو کر

ہے بشر کے ساتھ پیدا یاس و غم
کون اس میں مبتلا ہوتا نہیں

کسی پہ کاش شیدا ہی نہ ہوتے
تو دل پر داغ پیدا ہی نہ ہوتے"

نثر میں بھی آپ نے نہایت لطیف تصنیفات چھوڑی ہیں۔ اکثر تحریریں مذہبیات، اخلاقیات اور نصائح پر مشتمل ہیں۔ ایک ہلکی پھلکی چھوٹی سی کتاب "ایک اعلیٰ ہستی" میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے اکاون دلائل پیش فرمائے ہیں اور ہر دلیل دے کر انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑا ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ انسان ان باتوں پر غور کرے اور خدا کی ہستی کا قائل نہ ہو جائے۔

ان کی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ستر تک پہنچتی ہے۔ کتابوں کے نام پڑھ کر پتہ چلتا ہے کہ آپ نے کیسے کیسے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ ان میں ناول بھی شامل ہیں۔ زرکاری پر بھی لکھا ہے۔ علوم القرآن پر بھی آپ نے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ اخلاق۔ مذہب اور قانون پر بھی قلم اٹھایا ہے۔

آپ ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۱ء میں وفات پائی۔ (باقی)

○

تقرر مجلس عاملہ برائے سال ۷۷-۱۹۷۶ء

مجلس خدام الاحمدیہ کا نیا سال یکم نومبر سے شروع ہو رہا ہے۔ جملہ قائدین خدام الاحمدیہ سے درخواست ہے کہ نئے سال ۷۷-۱۹۷۶ء کے لئے مجلس عاملہ کا تقرر کر کے صدر محترم کی خدمت میں منظوری کے لئے ارسال فرمائیں۔ (معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

انتہائی افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ سلسلہ کے جلیل القدر اور دیرینہ خادم محترم مولانا احمد خان صاحب نسیم ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد مقامی ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۶ء بروز منگل ۶۸ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

محترم مولوی صاحب ۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص صحابی حضرت محمد افضل خان صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ خلافتِ اولیٰ کے زمانہ میں آپ کے والد ماجد نے قادیان میں سکونت اختیار کر لی۔ قادیان کے علمی و دینی ماحول میں محترم مولوی صاحب کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ ۱۹۳۱ء میں آپ نے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۲ء تک سرزمین برما میں مسیح و مہدی کے منادی کے طور پر تبلیغ اسلام کا فریضہ بجا لاتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے دوران مسلسل چھ ماہ تک قید و بند کی مشقت بھی برداشت کی۔ حضرت چوہدری فتح محمد سیال رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مقامی تبلیغ کے اہم فرائض اور نگرانی آپ کے سپرد ہوئی۔ جسے آخری دم تک بفضلہ خوش اسلوبی سے ادا فرماتے رہے۔

آپ ایک وجیہہ اور پُروقار شخصیت کے مالک تھے۔ خوش مزاج، خوش گفتار اور بہت ملنسار تھے۔ اکرامِ ضیف آپ کی خاص خوبی تھی۔ آپ صاف گو اور صاف زبان تھے۔ اپنے عمدہ اوصاف اور شخصیت کے باعث دیہاتیوں میں خاص طور پر بہت مقبول تھے۔ ان سے ذاتی تعلق رکھتے اور ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے۔ ہمدردی خلائق آپ کا شیوہ تھا۔ آپ کی میٹھی زبان اور شیریں بیان سے لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ آپ صائب الرائے تھے۔ ہر طبقہ کے لوگ آپ سے اپنے خانگی اور ذاتی امور تک سے متعلق مشورے لیتے۔ آپ کی گفتگو سادہ اور میٹھی ہوتی۔ آپ پاکستان کے ہر علاقے کی ٹھیٹھ پنجابی زبان روانی سے بول لیتے تھے اور ٹھیٹھ عام فہم لیکن مؤثر انداز میں تبلیغ فرماتے۔ اور اس پر ٹھوس عقلی دلائل اور صاف استدلال سونے پہ سہاگہ کا کام کرتا۔ اکثر مربیان کرام کو آپ کے ماتحت کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ انہوں نے آپ کو شفیق باپ کی طرح پایا۔ آپ ہر طرح سے ان کا خیال رکھتے اور احترام فرماتے۔ خلیفہ وقت سے بے حد محبت و عقیدت رکھتے تھے اور "سمعنا و اطعنا" کے پیکر تھے۔

اطاعتِ امام میں بیماری کو بھی روک نہ بننے دیتے بلکہ جب تک ارشادِ امام کی تعمیل نہ کر لیتے چین سے نہ بیٹھتے۔ الغرض محترم مولوی صاحب گوناگوں صفات کے مالک تھے آپ اپنے ان اوصاف کی وجہ سے زندہ ہیں۔ شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے "نوشیرواں نمرد کہ نام نکو گذاشت"۔

ادارہ خالد اس سانحہ عظیم پر محترم مولوی صاحب کی اہلیہ محترمہ، اعزہ و اقرباء اور خصوصاً مکرم ڈاکٹر ناصر احمد خان پرویز پروازی (حال جاپان) اور آپ کے فرزند اصغر مکرم نسیم مہدی (شاہد) مربی سلسلہ سابق ایڈیٹر "خالد" سے گہرے رنج و الم سے جذبات ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

دلچسپ بدلیپ

مشرقی افریقہ کے معاشی اور اقتصادی حالات

جناب صوفی محمد اسحٰق سابق مبلغ مشرقی و مغربی افریقہ

مشرقی افریقہ براعظم افریقہ کا وہ حصہ ہے جو بحر ہند کے مغربی کنارے پر موزنبیق سے لے کر صومالیہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں کینیا، یوگنڈا، تنزانیہ، جزیرہ زنجبار اور جزیرہ پمبا شامل ہیں۔ کینیا کا دارالحکومت نیروبی ہے جو ساحل سمندر سے ۳۰۰ میل دور سطح سمندر سے ۵۱/۲ ہزار فٹ اونچا واقع ہے اور مشرقی افریقہ کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور خوبصورت شہر ہے۔ تنزانیہ کا دارالحکومت دارالسلام ساحل سمندر پر واقع ہے اور یوگنڈا کا دارالحکومت کمپالا ہے جو سات پہاڑوں پر واقع ہونے کی وجہ سے بہت خوبصورت لگتا ہے۔ اور یہ جھیل وکٹوریہ کے شمالی کنارے پر سطح سمندر سے تقریباً ۴ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ زنجبار اور پمبا دونوں جزیرے تنزانیہ کے ساحل کے عین بالمقابل ۲۰ میل کے فاصلہ پر بحر ہند میں واقع ہیں۔

مشرقی افریقہ کی خصوصیات:

مشرقی افریقہ کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ کینیا اور تنزانیہ دونوں سمندر کے کنارے واقع ہیں مشرقی افریقہ کی سب سے بڑی اور مشہور بندرگاہ ممباسہ کینیا میں ہے۔ جہاں ۱۴۹۸ء میں مشہور پرتگیزی سیاح واسکو ڈے گاما اترا تھا لیکن مشہور مسلمان سیاح ابن بطوطہ اس سے بھی بہت پہلے یہاں ۱۳۳۱ء میں آچکا تھا۔ تنزانیہ کا دارالحکومت دارالسلام مشرقی افریقہ کی محفوظ ترین بندرگاہ ہے لیکن یوگنڈا کی قسمت اس لحاظ سے اچھی نہیں ہے کیونکہ یہ Land Lacked ہے اور اس کو کوئی سمندری گزرگاہ (outlet) حاصل نہیں ہے۔ اس لئے یہ اپنی درآمدات اور برآمدات کے لئے کینیا کا محتاج ہے اور بیرونی دنیا سے اس کا اقتصادی اور تجارتی تعلق ممباسہ کی بندرگاہ کے ذریعہ قائم ہے۔

مشرقی افریقہ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ساحلی علاقہ کی آب و ہوا اگرچہ گرم مرطوب (Tropical) ہے لیکن جو علاقے سمندر سے قدرے ہٹ کر ہیں وہ بلند سطح مرتفع ہیں اور ان کی آب و ہوا بڑی خوشگوار اور معتدل ہے اور اس لحاظ سے کینیا کے Highlands

تنزانیہ میں Mount Mera کے ڈھلوانی علاقے اور یوگنڈا کے جنوب مغرب میں Kabale کی سطح مرتفع نہایت صحت افزا مقامات ہیں۔ کینیا اور تنزانیہ کے بیچوں بیچ خطِ استوا گزرتا ہے اور اگر ان علاقوں کی بلندی آب و ہوا کو خوشگوار نہ بناتی تو خطِ استوا کی وجہ سے یہاں اس قدر گرمی ہوتی کہ رہنا دشوار ہوتا۔

مشرقی افریقہ کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ہر سہ ممالک میں بلند و بالا پہاڑ اور عمدہ جھیلیں ہیں۔ افریقہ کا سب سے اونچا پہاڑ Kilimanjaro تنزانیہ میں ہے اور ۱۹۵۶۵ فٹ بلند ہے اور سارا سال برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ تنزانیہ کا دوسرا قابلِ ذکر پہاڑ Mount Meru ہے۔ اس کی بلندی ۱۴۹۷۰ فٹ ہے۔ کینیا کا سب سے اونچا پہاڑ Mount Kenya ہے جس کی نوکیلی چوٹی ۱۷۰۳۶ فٹ بلند ہے۔ اس پر بھی سارا سال برف جمی رہتی ہے اور قدرت کا یہ حسین تقابل بڑا عجیب ہے کہ اس پہاڑ کے دامن سے خطِ استوا گزرتا ہے جہاں گرمی محسوس ہوتی ہے، لیکن سامنے صرف چند میل کے فاصلہ پہ چوٹی پر برف جمی ہوئی نظر آتی ہے۔ یوگنڈا کے دو مشہور پہاڑوں میں سے ایک کینیا اور یوگنڈا کے بارڈر (سرحد) پر ۱۴۰۰۰ فٹ بلند ہے یہ Mount Elgon کہلاتا ہے اس پر شاذو نادر ہی کبھی برف پڑتی ہے۔ دوسرا پہاڑ Ruwenzori Range کہلاتا ہے اس کی بلندی ۱۶۷۹۴ فٹ ہے اور عموماً برف پوش رہتا ہے پرانے مؤرخین اسے "Mountain of the moon" کہتے تھے اور ان کے خیال میں نیل کا منبع یہاں تھا۔

جھیلوں کے لحاظ سے بھی مشرقی افریقہ قابلِ دید ہے۔ ہر سہ ممالک میں خوبصورت جھیلیں واقع ہیں۔ مشرقی افریقہ کی سب سے بڑی اور مشہور جھیل وکٹوریہ ساحلِ سمندر سے تقریباً چھ سو میل دور سطح سمندر سے ۴ ہزار فٹ کی بلندی پہ ایک ایسی جگہ واقع ہے کہ ہر سہ ممالک سے ملتی ہے۔ یہ اپنی وسعت کے لحاظ سے دنیا میں خشکی کے اندر پائی جانے والی جھیلوں میں سے تیسرے نمبر پہ ہے اور پانی میٹھا ہونے کے لحاظ سے یہ دنیا میں دوسرے نمبر کی جھیل ہے۔ اس کا رقبہ ۲۶٫۲۰۰ مربع میل ہے۔ پہلے نمبر کی کھاری جھیل Caspean Sea ہے جس کا رقبہ

...,۱۷۰ مربع میل ہے اور منبع ہونے کے لحاظ سے پہلے
نمبر پر امریکہ کی Lake Saperear ہے جس
کا رقبہ ۳۱,۸۲۰ مربع میل ہے۔ بلندی پر واقع ہونے
کے لحاظ سے بھی جھیل وکٹوریہ دوسرے نمبر پر ہے یہ سطح
سمندر سے ۴ ہزار فٹ بلند ہے جبکہ پہلا نمبر جنوبی امریکہ کی
ایک جھیل کا ہے جو "ٹٹیکاکا" Peru میں ہے اور دس ہزار
فٹ کے قریب بلند ہے۔

کینیا کی دوسری قابل ذکر جھیلیں یہ ہیں ——
Lake Rudolf جس کا شمالی سرا حبشہ میں واقع
ہے۔ دوسری دو چھوٹی جھیلیں Lake Naivasha
اور Lake Nakuru ہیں۔ تنزانیہ
کی جھیلیں یہ ہیں۔ Lake Nayasa جو جنوب
میں واقع ہے اور اس کا رقبہ ۱۴,۲۰۰ مربع میل ہے۔
دوسری Lake Tanga Nyika کہلاتی ہے
اور یہ تنزانیہ کو کانگو سے ملاتی ہے۔ یہ دنیا کی سب سے
لمبی جھیل ہے اور اس کا رقبہ ۱۲,۷۰۰ مربع میل ہے
یہ جھیل گہرائی کے لحاظ سے بھی دوسرے نمبر پر ہے۔
یوگنڈا میں Lake Kyoga اور
Lake Albert دو ایسی جھیلیں ہیں کہ افریقہ
کا مشہور دریائے نیل ان ہر دو جھیلوں میں سے گزر کر
سوڈان میں داخل ہوتا ہے۔ یوگنڈا کو یہ امتیاز بھی حاصل
ہے کہ اس کی سطح کا پندرہ فیصد پانی پر مشتمل ہے۔

مشرقی افریقہ کی ایک غیر معمولی خصوصیت اس
کی مشہور Rift Valley ہے۔ اس کی چوڑائی
۴۰ سے ۶۰ میل تک ہے اور یہ اپنے قریب و جوار کے
علاقوں سے ہزار فٹ نیچے ہے اور بعض جگہوں پر
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا دائیں بائیں کے پہاڑ بالکل
دیواریں ہیں۔ یہ وادی زمانہ ماقبل تاریخ سے چلی آ
رہی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدرتی آفت کے نتیجہ
میں زمین کے اندر شگاف پڑ گیا ہے یہ شگاف فلسطین
کی وادی اُردن سے شروع ہوتا ہے اور بحیرہ قلزم کی
سطح سے گزرتا ہوا حبشہ میں داخل ہوتا ہے اور مشرقی
افریقہ میں سے ہوتا ہوا جنوب کی طرف پرتگیزی مشرقی
افریقہ یعنی موزمبیق میں چلا جاتا ہے۔ اس کی سطح پر
کئی آتش فشاں پہاڑوں کے نشان ہیں جن میں سے
بڑا اور صرف active Mount Lengae
ہے جو تنزانیہ میں ۹۴۴۳ فٹ کی بلندی پر واقع ہے
Rift Valley کا کینیا والا حصہ بہت ہی زرخیز
ہے۔ یورپین لوگوں کے فارمز کی اکثریت اسی وادی میں
ہے اور اس میں میلوں میل لمبے گیہوں اور مکی کے
کھیت عجیب بہار پیدا کرتے ہیں۔

اقتصادی حالات:

مشرقی افریقہ کے ممالک زیادہ تر زرعی ہیں۔
چنانچہ کینیا میں گندم۔ مکی۔ کافی۔ چائے اور
Sisal (ایک گھی کوار کی قسم کا پودا جس کے
ڈنٹھلوں کو سکھا کر رسی بنائی جاتی ہے) بکثرت کاشت
ہوتے ہیں —— یوگنڈا میں کافی۔ چائے۔ گنا۔ روئی
اور تمباکو پیدا ہوتے ہیں۔ تنزانیہ میں کافی اور Sisal
اور مکی اور روئی پیدا ہوتی ہے۔ ہر سہ ممالک میں چونکہ

خیگانب کا بھی وسیع رقبہ ہے اس لئے نہایت اعلیٰ قسم کی لکڑی بھی دستیاب ہے اور برآمد بھی کی جاتی ہے۔ معدنیات کے لحاظ سے یوگنڈا میں Kilembe Mines سے تانبا نکلتا ہے، تنزانیہ میں Williamson Dimond Mines سے ہیرے اور جواہرات اور کینیا کی جھیل Magadi سے Soda ash وافر مقدار میں ملتا ہے۔ چونکہ ہر سہ ممالک میں بعض قبائل کا پیشہ ہی گلہ بانی ہے (جو صرف گائے بیل اور بھیڑ بکریوں پر مشتمل ہے۔ بھینس صرف جنگلی ہوتی ہے اور بڑی خطرناک۔ اس لئے وہ مویشیوں میں شامل نہیں ہوتی) اس وجہ سے کھالوں کی برآمد بھی آمدنی کا ایک معقول ذریعہ ہے علاوہ ازیں دنیا کے ۸۰ فیصد لونگ زنجبار میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے مشرقی افریقہ کے ممالک بہت امیر ہیں اور ان کی فی کس آمدنی (Per capita income) £.50 سالانہ کے لگ بھگ ہے جو پاکستان کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ صنعت و حرفت کے اعتبار سے یہ ممالک ابھی کافی پیچھے ہیں لیکن گزشتہ چند سالوں سے اس کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے جس کے نتیجہ میں یوگنڈا میں کھانڈ کے دو کارخانے، کپڑے کی دو ملیں اور کاغذ کا ایک کارخانہ لگ چکے ہیں۔ تنزانیہ میں بھی کپڑے کی ملیں لگ گئی ہیں اور کافی اور چائے کو کینیا میں Process کیا جاتا ہے۔

ذرائع آمد:

حکومت کے ذرائع آمد مندرجہ ذیل ہیں:۔
انکم ٹیکس مرکزی حکومت وصول کرتی ہے اسی طرح Excise اور امپورٹ ایکسپورٹ ڈیوٹی بھی مرکزی حکومت کی آمد شمار ہوتی ہے۔ Poll Tax اور House Tax دونوں میونسپلٹیوں کی آمد شمار ہوتے ہیں۔ ذرائع مواصلات بھی حکومت کی زیر نگرانی ہیں اس لئے ریلوے، روڈ ٹرانسپورٹ اور ہوائی جہازوں سے بھی حکومت کو خاصی معقول آمدنی ہوتی ہے۔

ایسٹ افریقہ کی ریلوے Metre gauge ہے۔ اس کے انجن بہت طاقتور ہوتے ہیں کیونکہ یہاں کی ریلوے کی پٹڑی دنیا کی بلند ترین پٹڑیوں میں سے دوسرے نمبر پر ہے اور کینیا میں Eldoret کے مقام پر اس کی بلندی ۸½ ہزار فٹ ہے۔ گزشتہ دنوں

یہاں تک ان ممالک میں صرف چند ایک سڑکیں پختہ تھیں لیکن اب ان کی لمبائی تیزی سے بڑھ رہی ہے باقی حصوں میں سرخ مٹی اور کنکروں سے بنی ہوئی سڑکیں ہوتی ہیں جن کو Murram Roads کہتے ہیں یہ بارش کے موسم میں بھی کارآمد ہوتی ہیں کیونکہ یہ پانی کو فوراً جذب کر لیتی ہیں۔ دریائی مواصلات، مشرقی افریقہ میں تقریباً معدوم ہیں کیونکہ کوئی بھی دریا آبی شاہراہ بننے کے قابل نہیں ہے البتہ جھیل وکٹوریہ میں تھوڑے سے چھوٹے جہاز ایک Steamer service کی صورت میں تینوں ملکوں کے درمیان آمدورفت اور نقل و حمل کا بہت عمدہ اور معقول ذریعہ ہیں۔ دریاؤں میں سے قابل ذکر دریائے نیل ہے۔ جس کا منبع جنجہ میں مشہور انگریز سیاح Speke نے ۱۸۶۲ء میں دریافت کیا تھا۔ اور آج سے تقریباً ۷۰ سال پہلے جب آنجہانی مسٹر چرچل جنوبی افریقہ سے واپس انگلستان جاتے ہوئے یہاں سے گزرے تو انہوں نے دریائے نیل سے استفادہ کے متعلق مندرجہ ذیل ریمارکس دیئے:۔

"ہم نے کوئی تین گھنٹے اس پانی کا
مشاہدہ کرتے ہوئے اور اس بات پر
غور کرتے ہوئے گزارے کہ اس پانی کی
طاقت کس طرح استعمال میں لائی جا
سکتی ہے۔ اتنی بڑی طاقت ضائع ہو
رہی تھی۔ اتنی قابل دید جگہ مگر ناقابل
تسخیر۔ افریقہ کی قدرتی طاقتوں کو
ضبط میں رکھنے والی کنجی مگر کسی کے
ہاتھ میں نہیں۔ یہ ایسی باتیں تھیں
جو ہمارے تخیل کو انگیخت اور پریشان
کئے بغیر رہتیں۔ یہ بات کتنی دلچسپ
ہوتی۔ اگر ناقابل فراموش دریائے نیل
اپنا سفر کسی ٹربائن کو چلا کر شروع کرتا"

(ترجمہ از "My African Journeys" by Sir Winston Churchil. 1908.)

یہ بات حیرت انگیز ہے کہ جو چیز آنجہانی چرچل نے اس وقت تصور کی تھی وہ ان کی وفات سے قبل منصۂ شہود پر آئی اور مشرقی افریقہ کا سب سے بڑا بجلی پیدا کرنے والا بند جنجہ میں دریائے نیل کے دہانہ پر باندھا گیا اور اس سے اس قدر بجلی پیدا ہونی شروع ہوئی کہ ۱۹۷۱ء میں اس کے سارے Turbines چلانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی تھی جبکہ ابھی پانی کی ایک بہت بڑی مقدار ایک دروازہ سے یونہی پڑ رہی ہے اور اس سے بھی مزید بجلی پیدا ہو سکتی ہے۔ پس یہ بجلی گھر بھی حکومت کی آمد کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

حکومتی سطح پر آمد کا ایک بہت بڑا قدرتی ذریعہ National Parks اور National Reserves ہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ نیشنل پارکس میں صرف جنگلی جانوروں کی امن Sanctuary ہوتا ہے اور نیشنل ریزروز میں جانوروں کے ساتھ دوسرے لوگ بھی جگہ جگہ آباد ہوتے ہیں۔ نیشنل پارکس میں ہر سال ہزاروں غیر ملکی زائرین آتے ہیں۔ ان کے اندر نیم پختہ

سڑکیں ہوتی ہیں۔ زائرین ان پارکس میں کاروں کے
اندر بیٹھ کر جاتے ہیں۔ کار سے باہر نکلنے کی اجازت
نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی جانور کو تنگ کیا جا سکتا
ہے۔ ہر کار اور کار کے اندر بیٹھنے والے شخص کو ٹکٹ
لینا پڑتا ہے۔ جس سے حکومت کو لاکھوں پونڈ سالانہ
زرِ مبادلہ کی آمد ہوتی ہے۔ ان پارکس اور ریزروز کی
افادیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر
سہ ممالک میں ان کا رقبہ بتفصیل ذیل ہے:۔

کینیا میں نیشنل پارکس کا رقبہ ۷۷۴۰ مربع میل
اور ریزروز ۱۲۰۰۰ مربع میل۔

تنزانیہ میں مشہور سرنگیٹی نیشنل پارک کا رقبہ
۵۵۰۰ مربع میل اور ریزرو ۲۹۰۰۰ مربع میل۔

یوگنڈا کا خود اپنا رقبہ چونکہ تھوڑا ہے اور
آبادی نسبتاً گنجان ہے اس لئے وہاں اتنے بڑے
پارکس اور ریزروز تو نہیں ہیں تاہم وہاں بھی ۲۳ ہزار
مربع میل علاقہ ان کے لئے مخصوص ہے۔

ان پارکس اور ریزروز میں بعض اوقات شیروں
کی ٹولیاں نظر آتی ہیں چنانچہ تنزانیہ کے سرنگیٹی نیشنل
پارک میں بسا اوقات ۵۰-۵ شیر بیک وقت دیکھے
جا سکتے ہیں۔ نیروبی نیشنل پارک میں چھ چھ سات سات
شیر بیک وقت خود میں نے کئی دفعہ دیکھے ہیں۔ یوگنڈا
میں بعض اوقات ہاتھیوں کا دو دو سو کا گلہ بیک
وقت نظر آ سکتا ہے۔

ان پارکس اور ریزروز میں مندرجہ ذیل جانور
عام ہوتے ہیں۔ شیر، چیتا، ہاتھی، ہرن، نیل گائے
گینڈا، Hippopotamus یا دریائی گھوڑا
بندر، سؤر، زیبرا، زرافہ اور جنگلی بھینسا جو بہت
ہی خطرناک ہوتا ہے چونکہ بعض جگہوں پہ شکار کی بھی
اجازت ہوتی ہے اس لئے شکار کرنے کے لئے لائسنسوں
سے بھی ایک خطیر رقم حکومت کو ملتی ہے۔

ایک قابلِ دید اور معقول ذریعہ آمد نیروبی کا
مشہور Snake Park بھی ہے جہاں بے شمار قسموں
کے سانپ اور اژدہے رکھے گئے ہیں اور ہفتہ میں ایک
دن ان سے زہر حاصل کرنے کا Demonstration
دیا جاتا ہے جو بڑا خطرناک لیکن دلچسپ ہے۔

مشرقی افریقہ کے ممالک کو برآمدات سے بھی بڑی
آمد ہے Sisal، روئی، کافی، چائے وغیرہ اہم
برآمدات سے کئی کروڑ پونڈ کا زرِ مبادلہ حاصل ہوتا ہے

الغرض افریقہ ——— جسے دنیا نے ناحق
تاریک براعظم کہا ——— ایک روشن خطہ ہے اور
مادی و روحانی اعتبار سے ایک روشن مستقبل کا
حامل ہے ———

۵۵

○

"خالد"

آپ کو کیسا لگا؟ آپ اپنی قیمتی رائے
سے مطلع فرمائیں اور اسے خوب سے
خوب تر بنانے کے لئے ادارہ کا ہاتھ بٹائیں

——(ادارہ)——

جناب نصیر الدین بھٹی (جامعہ احمدیہ)

جنوب مشرقی ایشیا کے لوگوں نے یورپین اقوام سے آزادی حاصل کرنے کے بعد ایک ملک کی بنیاد رکھی جسے سیام کہتے ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں جب یہ لوگ آزادی کا دن منا رہے تھے۔ سرکاری طور پر اس ملک کا نام سیام کی بجائے تھائی لینڈ رکھا گیا۔ جس کا مطلب ہے "آزاد لوگوں کا ملک" اصل میں سیام کی زبان میں "مُونگ تھائی" تھا لیکن انگریزوں نے اسے "تھائی لینڈ" کہنا شروع کر دیا اور یہی نام مشہور ہو گیا۔ انگریزی میں اس کو THAI LAND لکھتے ہیں مگر اس کا تلفظ TI-LAND کرتے ہیں۔

تھائی لینڈ میں پہاڑوں کا ایک بہت بڑا سلسلہ ہے جو اسے برما سے جدا کرتا ہے۔ یہ سلسلہ کارا ستھمس (KAR ISTHMUS.) اور ملایا کے شمال تک چلا گیا ہے۔ اس پہاڑی سلسلہ کے مشرق میں دو بڑی بڑی وادیاں ہیں جو ملک کا سب سے بڑا حصہ ہیں۔ اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے پہاڑ بھی ہیں۔ مغربی وادی میں MENAM (مینم) دریا بہتا ہے اور یہ وادی ساٹھ میل چوڑی ہے۔ مشرقی وادی ڈھلوانی ہے اور اس کی ڈھلوان میکونگ تک جاتی ہے۔ جنوب میں ملایا کا ملک ہے۔ تھائی لینڈ کا رقبہ ۲۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ بالائی مغربی علاقوں میں بہت زیادہ بارشیں ہوتی ہیں۔ ان بارشوں کا موجب مون سون ہوائیں ہیں نشیبی علاقوں میں تقریباً ۲۰" بارش سالانہ ہوتی ہے۔ موسم سرما میں تیز ہوائیں چلتی اور بارشیں ہوتی ہیں۔ سبزیاں کثرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ مئی سے لے کر اکتوبر تک موسم نم آلود رہتا ہے کم سے کم درجہ حرارت ۲۰ درجہ سنٹی گریڈ اور زیادہ سے زیادہ ۳۵ تک رہتا ہے

سفید ہاتھی جو ملک کے بعض حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ بڑے مقدس اور شاہی ملکیت سمجھے جاتے ہیں۔ جو شاہی جلوسوں اور دوسری تقاریب پر استعمال کئے جاتے ہیں۔ شمالی علاقہ میں گینڈے، بالنس اور تیندوے کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ دریاؤں کی ریت سے قلعی نکالی جاتی ہے۔ وسطی علاقہ چاول کی کاشت کے لئے بہترین ہے۔ پہاڑوں کے دامن میں چائے کی کاشت

کی جاتی ہے اور شمالی وادی میں لوبیا، مٹر، اور غلہ کاشت کیا جاتا ہے۔

تھائی لینڈ کے لوگ چھوٹے قد کے اور مضبوط ہوتے ہیں۔ زیادہ آبادی دیہاتوں میں رہتا ہے جو دریا کے کناروں پر آباد ہوتے ہیں۔ ملک کا سوا حصہ زیر کاشت ہے۔ لوگ بدھ ہیں۔ ان کے مکان لکڑی کے بنے ہوئے ہوتے ہیں جن کو سیلاب کے دنوں میں آسانی سے اونچا کیا جا سکتا ہے۔ مکانوں کی چھتیں چھپر کی ہوتی ہیں۔ عورتوں کا لباس پھول دار قسم کی قمیض اور گھگھرا ہے مگر آج کل کی ماڈرن عورتیں یورپین لباس زیادہ پسند کرتی ہیں جو کہ سکرٹس (SKIRTS) اور بلاؤز (BLOUSES) پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان کی پسندیدہ خوراک چاول اور مچھلی ہے اس کے علاوہ سبزیاں بھی کھاتے ہیں۔ تھائی لینڈ کے لوگ جانور کی جان لینے کو پسند نہیں کرتے۔

ملک میں لوگوں کے دو بڑے پیشے زراعت کا کام اور کپڑا بننا ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کو موسیقی سے بڑا لگاؤ ہے۔ وہ ناچ اور تماشوں کے بھی بہت دلدادہ ہیں مگر ہمیشہ پر امن رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے تماشوں میں زیادہ سونیا ڈوں سے لطف اٹھاتے ہیں۔ سرکاری نوکری کی بجائے لوگ اپنا کاروبار کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپین لوگ اس ملک کے سرکاری عہدوں پر فائز تھے اور ملک کی باگ ڈور انہی کے ہاتھ میں رہی۔

یہاں سب سے بڑی صنعت چاول کے کارخانے ہیں۔ نیز کیکر کی لکڑی اور تیل کی تجارت بھی کی جاتی ہے اس کے علاوہ اس ملک میں جست، لوہا، سرمہ، سونا اور کوئلہ بھی پایا جاتا ہے۔ معدنی خزائن اور جنگلات نے دو تہائی حصہ گھیرا ہوا ہے اس وقت یہ سارا علاقہ حکومت کی زیر نگرانی ہے۔ چند کارخانے کاغذ اور چینی بنانے کے بھی ہیں۔

ملک کی برآمدات تیل، چاول، لکڑی اور ربڑ ہیں۔ درآمدات کارخانے کی اشیاء، روئی کی مصنوعات اور پٹرولیم ہیں۔ ملک کا صدر مقام بنکاک ہے اور سب سے زیادہ کارخانے، سکول، یونیورسٹی اور کالج وغیرہ اسی جگہ واقع ہیں۔

تھائی لینڈ میں دو ہزار میل لمبی ریلوے لائن ہے جو بنکاک کو ملک کے دوسرے شہروں سے ملاتی ہے اور پھر وہاں سے کارا سنگھس (جو ملک کے انتہائی جنوب میں ہے) سے ملاتی ہے۔ نہروں اور دریاؤں کو بھی آمد و رفت کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ ۱۹۲۱ء سے اس ملک میں تعلیم لازمی ہو گئی ہے اور آہستہ آہستہ ناخواندگی کم ہوتی جا رہی ہے۔ ویسے تعلیمی اداروں میں ابھی تک مذہبی تعلیم دی جاتی ہے۔ ۱۹۱۷ء میں بنکاک میں "چولا لونگ کرن" یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی۔

تھائی لینڈ کے لوگ اصل میں چینی نسل کے ہیں۔ ۱۲۳۸ء میں انہوں نے اس ملک کے شمالی حصہ پر قبضہ کر لیا جو ان دنوں کمبوڈیا کی حکومت کے تحت تھا۔ پھر آہستہ آہستہ انہوں نے اپنا علاقہ بڑھانا شروع کیا اور بعد میں چینیوں کے خود مختار علاقے پر قبضہ کر لیا۔ پہلی جنگ عظیم میں سیام نے اتحادیوں کا ساتھ دیا۔ ۱۹۳۲ء میں ایک پر امن انقلاب نے بادشاہت کو ختم کر دیا۔ دوسری جنگ عظیم میں سیام نے اپنا پرانا کردار ادا کیا جو یہ تھا۔ ۱۹۴۰ء میں سیام والوں نے فرانسیسیوں کو اپنے ملک سے نکال دیا اور ۱۹۴۱ء میں ۲۵ ہزار مربع میل کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۴۱ء میں ہی جاپان نے سیام پر حملہ کر کے اسے اپنا اتحادی بنا لیا۔ اور ۱۹۴۵ء میں٭

٭ جاپان نے سیام کو برما اور ملایا کے علاقے دے کر ایک الگ [illegible] جنگ ختم ہونے [illegible]

جناب قریشی مسعود احمد ناصر لائلپور

مقناطیس سے رسولی کا علاج

کیلی فورنیا (امریکہ) کے سائنس دانوں کی جماعت نے ایک الیا اعلیٰ ایصالی مقناطیس (Super Conducting magnet) بنایا ہے جس کے ذریعہ انسانی جسم کے اندر رسولیوں کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ مقناطیس جو ۸ × ۶-۱ انچ استوانہ نما ہے زمین کے مقناطیس کی قوت سے بیس ہزار گنا طاقتور ہے اس مقناطیس کی بدولت اب بغیر اپریشن کے رسولیوں کا علاج ممکن ہو سکے گا۔

نشاستے کا ایک اور استعمال

آج کل پلاسٹک کافی استعمال میں لایا جا رہا ہے لیکن ناکارہ پلاسٹک جلانے کے علاوہ ختم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس کے جلانے سے ایک زہریلی گیس خارج ہوتی ہے جو انسانوں اور پودوں دونوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ حال ہی میں جاپان کی ایک کمپنی نے "پیٹرولیم" کی بجائے نشاستہ سے پلاسٹک تیار کرنے کا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ اس طرح سے تیار شدہ پلاسٹک جلانے سے کوئی زہریلی گیس پیدا نہیں ہوتی۔ نیز اس کی مضبوطی پیٹرولیم سے تیار کردہ پلاسٹک کے برابر ہے۔

"السر" کا ایک نیا علاج

بالور گیس لیبارٹریز نے ایک نئی دوا - Carbenoxolene Sodium (کاربینا کسولین سوڈیم) دریافت کی ہے کہ جس کی بدولت "السر" (Ulcer) کے مریض کا عملی جراحی (operation) کے بغیر (کیپسول کھانے سے) علاج ہو سکے گا۔

ایک نیا جہاز

جرمنی میں ایک یونیورسٹی ایرو کلب نے انجن کے بغیر اڑنے والا دنیا کا سب سے بڑا گلائیڈر جہاز تیار کیا ہے۔ جس کی رفتار ۱۰۰ میل فی گھنٹہ ہے۔

ایک خودکار آلہ

جرمنی کے سائنسدانوں نے آگ بجھانے کے لئے

ایک ایسا آلہ بنایا ہے جو آگ سے متاثرہ علاقہ از خود تلاش کر کے ۶۵ سے ۹۸ فٹ کی بلندی تک اٹھنے والے شعلے بجھا سکتا ہے۔

گردن توڑ بخار کا علاج

فرانس کے ایک تحقیقی ادارہ میں ایک "ویکسین" تیار کی گئی ہے جسے سوڈان کے علاقہ میں گردن توڑ بخار کے علاج کے لئے وسیع پیمانہ پر استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے نتائج حوصلہ افزا برآمد ہوئے ہیں۔ اس طرح اب اس ویکسین کی بدولت گردن توڑ بخار اور اس کے نقصان دہ اثرات سے مخلصی پائی جا سکتی ہے۔

پسّو مارنے والا پٹہ

سڈنی کے ایک ماہر حیوانات ڈاکٹر کمبل نے کتوں پر تجربات کرنے کے بعد ظاہر کیا ہے کہ اگر کتّے کی گردن میں ایک خاص قسم کی دوائی ڈائیکلورووس (Dichlorovos) سے ترکیا ہوا پٹہ استعمال کیا جائے تو اس سے تقریباً نوے فیصد پسوؤں کا انسداد کیا جا سکتا ہے

علم جراحی میں ایک نئے باب کا اضافہ

امریکہ کی انڈیانا یونیورسٹی کے ماہرین جراحی نے ایک ایسا طریق وضع کیا ہے کہ جس سے نشتر کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ یہ عمل آواز کی فوق موجوں (Ultra-Sound waves) کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس سے پہلے ان موجوں کے ذریعہ اپریشن کئے جانے والے حصہ کی تصویر لی جاتی ہے اور مرض شناخت کرنے کے بعد اگر ضروری ہو تو ان موجوں کے ذریعہ اپریشن بھی کیا جاتا ہے۔ اس عمل کے دوران مریض کے جسم سے خون خارج نہیں ہوتا اور اس لئے مریض کے کسی حصہ کو بے حس کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اگرچہ یہ عمل ابھی تک جانوروں پر ہی کیا گیا ہے لیکن آئندہ چند سالوں میں امید کی جا سکتی ہے کہ یہ طریقہ علاج انسانوں کے لئے بھی استعمال ہو سکے گا۔ ٭٭

سائنس کی دنیا

تسخیرِ کائنات اور اس کا پس منظر

جناب طارق احمد بٹ کراچی

انسان زمین کے روز و شب سے گھبرا کر آسمان کی طرف کب متوجہ ہوا ــــــ؟ شاید اُس وقت جب وہ جھاڑیوں، جھنڈوں اور غاروں میں لیٹتا ہو گا۔ تو چاند۔ سورج اور ستاروں کو دیکھ کر حیران ہوتا ہو گا۔ ویسے اس کی سوچ اس وقت بھی حیوانوں کی سوچ سے مختلف تھی اور وہ انسان اس وقت بن گیا تھا جب اس نے حیوانوں سے بچاؤ کے لئے پتھر یا ڈنڈے کا استعمال شروع کیا تھا۔ اور غاروں میں پناہ لی تھی یا بانس یا لکڑیوں کے گھر بنائے تھے۔

ہوا میں اڑنے کی خواہش بھی اسی وقت پیدا ہوئی ہو گی جب اسے چاروں طرف خطرات محسوس ہوتے ہوں گے۔ پرندوں کو اڑتا دیکھ کر اسے شوقِ پرواز ہوا ہو گا۔ چنانچہ بعض روایات کے مطابق پَر بنا لئے تھے جنہیں لگا کر اڑنے کی کوشش کی تھی اور سمندروں میں گر پڑے تھے۔ تاہم یہ کام اُن سے دو اڑھائی ہزار سال بعد ہونے والا تھا اور اس کے لئے عجیب دماغ اور غور و فکر کی ضرورت تھی۔ آخر کار یہ حسرت بھی ان کے بعد آنے والوں نے پوری کر دی۔

شاید غاروں کی رہائش ہی میں ستاروں اور اجرام فلکی کو دیکھ کر انسان حیران اور مرعوب ہوا ہو گا۔ رات کے وقت جگمگ کرتے روشن ستاروں کو دیکھ کر سوچا کرتا ہو کہ یہ کیا ہیں ــــــ کیوں روشن ہیں ــــــ دن کے وقت کہاں چلے جاتے ہیں ــــــ صبح ہوتے ہی کیوں غائب ہو جاتے ہیں۔

آخر کار گلہ بانی کے دور کے بعد سورج کی عظمت اور حرارت سے مرعوب ہو کر اسے معبود بنا

لیا گیا۔ اور سب سے بڑا دیوتا ٹھہرایا گیا اور چاند کے حسن سے متاثر ہو کر اسے دیوی قرار دیا گیا۔

جب ستارے اور چاند معبود بنا گئے تو ان کی تحقیق کا شوق فزوں تر ہو گیا۔ مصریوں نے بھی دیدہ ریزی کی اور "بابلی" جنکا مذہب ہی ستاروں سے وابستہ تھا۔ انھوں نے زیادہ جستجو کی۔ ہندوؤں اور چینیوں نے بھی تفتیش کی تاہم یونانی اس تحقیق میں سب سے آگے رہے کیونکہ وہ فلسفہ میں سر بلند تھے ـــــ انیکساگورس نے ایتھنز (یونان) کے چوک میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ:۔

"سورج آگ کا گولہ ہے۔ دیوتا نہیں"

اور لوگوں نے ناراض ہو کر اسے خوب زدو کوب کیا تھا

تاہم اس وقت تک خیالات اور نظریات میں کوئی فرق نہ تھا۔ یونانیوں نے ان نظریات کی بنیاد رکھ دی تھی کہ:۔

"زمین جہان کا مرکز ہے۔ سات آسمان ہیں اور وہ تمام اجرام کے ساتھ زمین کے گرد گھوم رہے ہیں

انسان زمین پر اشرف المخلوقات ہے"

مسیحیا تحقیقی مذہب نے ان نظریات کو ادبی ٹھوس بنا دیا۔ اس کے لئے یونانیوں کو خنیق داد دی جائے کم ہے۔ مثلاً یونانیوں نے ہی زمین کو گول قرار دیا اور ثبوت پیش کیا کہ وہ حرکت کرتی ہے اور یہ کہ سورج کے گرد گھومتی ہے اور سورج دیوتا نہیں بلکہ آگ کا گولہ ہے۔

مصریوں اور بابلیوں کا یہ کارنامہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے بجائے قمری کے شمسی حساب سے اوقات کی تقسیم کی تھی۔ اس کا ثبوت وہ کیلنڈر ہیں جو انھوں نے آج سے پانچ چھ ہزار سال پہلے تیار کر لئے تھے۔ یہی شمسی کیلنڈر یورپ پہنچا اور جو اصلاحیں اس میں رومی نہ کر سکے تھے یورپ کے داناؤں نے کر دیں اور یہ کیلنڈر عام کر دیا۔

تین ہزار سال قبل مسیح میں مصریوں نے سال کو بارہ مہینوں اور تین سو پینسٹھ دنوں میں تقسیم کر کے کیلنڈر بنایا تھا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انھوں نے اجرام کے معائنے اور تحقیق میں ٹھوس کوشش

کی تھی۔ چینی بھی اس محنت میں لائقِ ستائش ہیں۔
انھوں نے [illegible] سال قبل مسیح سے سورج گرہن کا
حساب باقاعدہ لکھنا شروع کر دیا تھا۔ زمین کے گول
ہونے کا تصور پہلی مرتبہ فیثا غورث نے پیش کیا۔
اسی زمانہ میں "ارسٹارخس" نے ثابت کیا کہ زمین
سورج کے گرد گھومتی ہے اور کسی حکیم نے یہ بھی کہا کہ

"آسمان نہیں بلکہ زمین حرکت اور
گردش کرتی ہے۔"

ارسٹارخس نے دنیا کے سامنے یہ نظریہ بھی
رکھا کہ سورج، چاند، زمین اور ستاروں، سیاروں
میں بہت فاصلے ہیں۔ اس نے اس کے ساتھ ان کے
حجم بھی بتائے۔

بعد میں آیونیہ، ایتھنز اور اسکندریہ کے
یونانی حکماء چاند سورج کی ساخت پر تحقیق کرتے
رہے۔ آخرکار ۱۵۰ء میں کلاڈیس ٹالمی۔ یونانی مصری
نے مروّجہ تحقیقات پر اضافے کر کے اپنی مشہور کتاب
"الماجیسٹ" (یعنی المجسطی) تصنیف کی جو ایک
ہزار سو سال تک مسلّمات کا مجموعہ بنی رہی اور درساً
پڑھائی جاتی رہی۔ تاہم یہ قدیم خیالات کا مرقع تھی
عربوں نے ٹالمی کی "الماجیسٹ" اور دوسری
قوموں کے تحقیقی ذخیروں کی روشنی میں مزید تحقیق کی۔
اور نئی معلومات حاصل کیں اور نویں صدی عیسوی
میں کچھ آلات بھی ایجاد کئے۔ دیگر مقامات کے علاوہ
بغداد میں ایک اہم رصدگاہ بنائی۔ مراغہ، قادسیہ،
سمرقند وغیرہ مقامات کی رصدگاہوں میں اجرام کے
معائنے ہوتے تھے۔ ان رصدگاہوں میں انھوں نے
ربع، اُسطرلاب، دھوپ گھڑی اور زمین کا نقشہ
استعمال کیا۔ اور ٹالمی کے نظریات پر تحقیق کی۔

انھوں نے ایک بڑا کام یہ کیا کہ زمین کی
جسامت اور گولائی کو ناپنے اور سنجار کے میدان میں
ناپ ڈالی اور وہ ۲/۳-۵۶ فرسخ ثابت ہوئی
جس میں اب صرف دو ہزار آٹھ سو ستتّر فٹ کا
فرق نکلا ہے۔ انھوں نے رصدگاہوں میں کوئی ایسا
آلہ بھی استعمال کیا تھا جو چھوٹی چیز کو بڑا کر کے
دکھاتا تھا۔

پھر یورپ کا دور دوسری مرتبہ شروع ہوا
اور اس مرتبہ انھوں نے علم کو وہاں پہنچا دیا۔ جہاں
پہنچنا ناممکن تھا۔ پولینڈ کے رہنے والے کاپرنیکس
نے فلکیات پر تیس سال تحقیق کر کے نئے نظریات
دنیا کے سامنے پیش کئے   اس نے
سخت محنت کے بعد ارسٹارخس کے خیال کو درست
ثابت کر دیا کہ زمین، دیگر سیارے اور سورج کا پورا
نظام سورج کے گرد گھوم رہا ہے۔ سب سیارے
سورج کی روشنی سے روشن ہیں۔ ورنہ خود تاریک
ہیں۔ یہ بھی ثابت کیا کہ سورج خود بھی اپنے محور کے
گرد گھومتا ہے۔ زمین معمولی سیارہ ہے اس نے
علمِ ہیئت کی بنیاد بدل دی اور قدیم نظریات کی جگہ
اس کا علمِ ہیئت اور نظامِ شمسی چل پڑا اور اب
اس کا راج ہے۔

کاپرنیکس سے دوسری صدی میں کیپلر نے

معلوم کیا کہ تمام سیارے بیضوی مداروں پر چل کر سورج کے گرد گردش کرتے ہیں۔ اسی طرح کیپلر نے علم ہیئت کے بہت سے نظریات بدل دیئے۔

اٹلی کے گلیلیو نے دوربین ایجاد کر کے علم ہیئت میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔ دوربین سے اس نے آسمان کا مطالعہ کیا۔ گلیلیو نے ہی نظام شمسی کی تحقیق کی اور کاپرنیکس کے نظام کی تصدیق کی۔ زہرہ اور زحل کا اچھی طرح معائنہ کیا۔

اس کے بعد ہائیگنز نے اپنی طاقتور دوربین سے زحل کے گرد گھومنے والے سیارے معلوم کیے۔

پھر انگلینڈ کے اسحاق نیوٹن میدان میں آئے۔ نیوٹن نے ۱۶۶۸ء میں ایک اچھی عکسی دوربین بنائی اور اس ہیئت دان نے کشش ثقل کے ساتھ بہت سے نظریات پیش کیے۔

گلیلیو اسحاق نیوٹن اور کیسے گرین نے دنیا کو دوربین میں دو بڑے اصول دیئے تھے۔

ایک تو شعاع موڑنے والا اور دوسرا عکس انداز شیشہ

تاہم ان سائنسدانوں کے بعد امریکن سائنسدانوں نے کیلیفورنیا، مونٹ ولسن اور ماؤنٹ پلومر کی دوربینوں میں بہت ترقی و وسعت دی۔ ماؤنٹ ولسن کی دوربین کے شیشے کا وزن ساڑھے چار ٹن ہے یہ شعاع کو دو لاکھ پچاس ہزار گنا دکھاتا ہے۔ اس دوربین نے چاند کو صرف چار پانچ ہزار میل کے فاصلے پر لا کھڑا کیا ہے۔ حالانکہ چاند زمین سے دو لاکھ چالیس ہزار میل دور ہے

اب آخر میں ڈاکٹر ہیل نے ماؤنٹ پلومر کی دوربین کے شیشے کو تئیس فٹ سے بھی زیادہ موٹا کر دیا۔ جو بارہ ارب نوری سال تک کے فاصلوں کو عکس میں لے رہا ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر ہیل نے دو سو انچ قطر کا شیشہ بنایا۔ اور ساری مشینری کو نئے سرے سے ترتیب دیا۔ اس بڑی دوربین کو لگانے کے لئے ماؤنٹ پلومر کو منتخب کیا گیا جو چھ ہزار ایک سو چھبیس فٹ بلند ہے۔ ۱۹۴۸ء میں ہیئت دانوں نے اس دیو ہیکل دوربین سے اچھی طرح کام لینا شروع کیا۔ اس دوربین کا نام ڈاکٹر ہیل کے نام پر "ہیل دوربین" رکھا گیا ہے۔

اس دیو ہیکل عظیم ترین دوربین سے اور

ہزاروں کہکشائیں معلوم ہو چکی ہیں۔ اس دوربین سے
اس کائنات کی پہنائیاں اتنی وسیع تر ہو گئیں۔ اس
دوربین نے جتنا پھیلاؤ چھان مارا ہے ان فاصلوں کے
تصور سے خوف آتا ہے۔ یعنی بیس کروڑ روشنی کے
سال یا اکیس صفر لگا کر آگے بارہ کا ہندسہ لکھ دیا
جائے۔ روشنی دنیا کی سب سے تیز رفتار چیز ہے۔ جو
ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل دوڑتی ہے
سال کے تین کروڑ سے زیادہ سیکنڈ ہوتے ہیں۔ اس
لحاظ سے ایک سال میں روشنی کی رفتار دس کھرب میل
ہوتی۔

قدماء میں سمیریوں سے لے کر بخت نصر کے
وقتوں تک عراق میں، اور پانچویں خاندان سے لے کر
اکتیسویں خاندان تک مصر میں، اہل علم ستاروں اور
سیاروں کی تلاش کرتے رہے۔ لیکن صرف پانچ معلوم
کر سکے۔ یورپ نے چار اور معلوم کر کے سیاروں کی تعداد
نو کر دی ہے۔ زمین کو انہوں نے سیارہ نہ کہا کیونکہ
زمین کو جہان کا مرکز مان چکے تھے۔

یورپ کے سائنسدانوں نے نئی تحقیق سے ثابت
کیا کہ زمین اس کائنات میں صرف ایک نقطہ ہے اور
انسان ایک ترقی یافتہ جانور ہے جو دوسرے سیاروں
کے وجود میں آنے کے بعد وہی زمین بنی ہے گویا وہ بھی
سورج سے نکلی ہے۔ اس کی جو گیسیں سورج سے
الگ ہوئی تھیں وہ خشک تھیں اور چھوٹی تھیں۔ وہ گردش
کرتے کرتے ٹھنڈی ہو کر منجمد ہو گئیں اور سیاروں
کی طرح اس کی بھی شکل بنی اور اس پر گیسوں نے ہوا

بنا کر لپیٹ دی۔ ان سے ہی پانی بنا اور بارش کی
صورت پیدا ہوئی۔ بارشوں سے ٹھنڈک ہوئی اور
انجماد بڑھا۔

چاند ہم سے قریب ترین جرم ہے۔ یہ زمین سے
صرف دو لاکھ چالیس ہزار میل دور ہے اس کا قطر دو
ہزار ایک سو ساٹھ میل ہے۔ زمین کا رقبہ چاند کے
رقبے سے تیرہ گنا زیادہ ہے۔ چاند سورج اور زمین
کے درمیان میں گھوم رہا ہے۔ زمین سورج کے گرد
تین سو پینسٹھ دن میں گھومتی ہے اور چاند زمین کے گرد
۲۸ دن میں چکر کاٹ لیتا ہے۔

روس اور امریکہ خلائی تحقیق میں ایک دوسرے
پر سبقت لے جانے کی دھن میں سخت کوشاں رہے
اور سب سے پہلا خلانورد روس کا یوری گاگرین تھا
اس کے بعد امریکہ کے ایلن شیپرڈ نامی خلاباز نے خلا
میں چکر لگایا۔ امریکہ کے خلائی جہاز اپالو گیارہ
میں سوار نیل آرمسٹرانگ وہ پہلے خلاباز تھے جنہوں
نے ۲۱ جولائی ۱۹۶۹ء میں چاند پر قدم رکھا اور اپنے
ساتھ وہاں کے پتھر زمین پر لائے۔ ان کے تاثرات
یہ تھے کہ چاند پر مختلف قسم کے رنگ بکھرے ہوئے
ہیں۔ فضا کے نہ ہونے کی وجہ سے سایہ میں بالکل اندھیرا
ہوتا ہے۔ افق پر سے زمین ایک بہت بڑے گیند
کی طرح نظر آتی ہے جس کے سمندر دھوپ میں
بہت چمکتے ہیں۔

چاند کے پہاڑوں کی بلندی گیارہ سے بارہ
میل تک ہے۔ اس پر موجود گول گول دہانے آتش فشاں

کے دہانوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی دیواریں بھی اٹھارہ اٹھارہ ہزار فٹ تک ہیں۔ یہ دہانے کروڑوں اربوں سال پرانے ہیں۔

خیال کیا جاتا ہے کہ چاند کی سطح پر بے تحاشا گرد جمی ہوئی ہوگی اور وہاں پانی کا امکان بھی نہ ہوگا لیکن ایسا نہیں ہے۔ اس کی سطح ٹھوس ہے اور گہرائی میں گیلی مٹی ملتی ہے۔ چاند پر معمولی سی ہوا بھی موجود ہے۔ لیکن انسان کے سانس لینے یا آگ جلانے کے لئے ناکافی ہے۔ دن کے وقت درجہ حرارت سو درجے سنٹی گریڈ سے بڑھ جاتا ہے اور رات کے وقت منفی ایک سو پچاس درجے سنٹی گریڈ سے بھی کم ہو جاتا ہے۔

قدماء نے بھی زمین اور چاند کو سورج کے سیاروں میں شمار نہیں کیا تھا۔ ان کے پانچ سیارے حسب ذیل ہیں۔ عطارد (مرکری) مریخ (مارس) زہرہ (وینس) مشتری (جیوپیٹر) اور زحل (سیٹرن) تین نئے معلوم شدہ سیارے یورینیا، نیپچون اور پلاٹو ہیں۔ جبکہ زمین کو مذکورہ پانچ سیاروں کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔

چاند کے بعد سائنسدانوں کا ٹارگٹ مریخ تھا۔ یہ اعزاز امریکن سائنسدانوں کو حاصل ہوا۔ چنانچہ امریکی خلائی جہاز "وائیکنگ" مریخ پر اتر چکا ہے اور ابھی یہ جدوجہد جاری ہے۔ ستاروں سے آگے جہانوں کی تلاش کی جا رہی ہے۔ ؎

"آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا"

قائدین کرام خدام الاحمدیہ کی فوری توجہ کیلئے

قائدین مجالس خدام الاحمدیہ کی طرف سے مکمل فہرست تجنید برائے سال ۷۷-۱۹۷۶ء مرکز میں پہنچنے کی آخری تاریخ ۱۵ ستمبر ۱۹۷۶ء تھی۔ تاحال بعض مجالس کی طرف سے مکمل تجنید موصول نہیں ہوئی ہے۔ ایسی مجالس کے قائدین سے درخواست ہے کہ تجنید کی تکمیل کر کے اس کی ایک نقل فوری طور پر مرکز میں بھجوائیں۔

(مہتمم تجنید مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

سپاہی کا تحفہ

- ایک چینی جانباز کا اپنے دشمن جاپانی سپاہی کو خراجِ عقیدت!
- جنگِ چین و جاپان کا ناقابلِ یقین واقعہ

مرسلہ: نثار احمد سراء (دریا خان مری)

ایدا سوکیو جاپانی سپاہی تھا۔ ہمارے دشمن ملک کے اس سپاہی کا نام چین کی تاریخ میں بے شک نہیں، ہم چینی سپاہیوں کے دلوں پر لکھا ہوا ہے۔ میں اس کے متعلق اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ وہ جاپانی سپاہی تھا۔

۱۹۳۳ء میں جاپان نے چین کی شمال مشرقی سرحد پر اس قدر طوفانی یلغار کر دی کہ ہماری فوجیں جم نہ سکیں اور بُری طرح بکھر گئیں۔ جاپانی سیاہ آندھی کی طرح بڑھتی آرہی تھیں۔ ہماری صرف ایک ہی بٹالین تھی جو ایک پہاڑی پر مورچے سنبھالے ابھی تک لڑ رہی تھی۔ اس کے پاس بھی ایمونیشن ختم ہو گیا تھا۔ ہمارے سپاہیوں کے پاس صرف رائفلیں اور مشین گنیں تھیں اور ان کے مقابلے میں جاپانی اس زمانے کے طیاروں، توپوں اور مارٹر گنوں سے حملہ آور ہوئے تھے۔ ہمارا چینی بٹالین کمانڈر بار بار سیکٹر کمانڈر کو جھنڈی سے پیغام دے رہا تھا کہ ایمونیشن فوراً پہنچا دیں ورنہ ہمیں پسپا ہونا پڑے گا۔ لیکن سیکٹر کمانڈر اسے یہ مایوس کن جواب دینا نہیں چاہتا تھا کہ تقریباً ہر بٹالین کے پاس ایمونیشن ختم ہو چکا ہے اور سپلائی لائن بُری طرح کٹ چکی ہے۔

آخر اس بٹالین کو اس مضبوط پوزیشن سے پیچھے ہٹنا پڑا۔ صورت حال اس قدر بگڑ چکی تھی کہ سوائے پسپائی کے کوئی چارہ نہ تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم کیبریق کا پورا صوبہ اپنے ہاتھوں دشمن کے حوالے کر دیں۔ چینی سپاہی اپنے وطن کے ایک ایک انچ کے دفاع میں کٹ رہے تھے۔ ہمارے سیکٹر کمانڈر نے گوریلا جنگ کے احکام دے دیئے اور کہا کہ جس قدر

سپاہی رضاکارانہ طور پر تیار ہو سکیں اپنی پلٹنوں
سے الگ ہو کر تمام علاقے میں پھیل جائیں اور
گھات لگا کر دشمن کے ساتھ زندگی اور موت کی
انفرادی جنگ لڑیں اور ایمونیشن دشمن کی لاشوں
سے حاصل کریں۔ حکم ملتے ہی۔ کوئی ڈیڑھ دو ہزار
چینی سپاہی گوریلا جنگ کے لئے دو دو چار چار کی
ٹولیوں میں بٹ کر بکھر گئے اور لشکروں سے اوجھل
ہو گئے۔ انہوں نے لاشوں سے ایمونیشن اکٹھا کیا اور
اپنی اپنی جنگ لڑنے لگے۔

میں گوریلا سپاہیوں کی ایک بڑی ٹولی کا
کمانڈر تھا۔ ہم ایک وسیع وادی میں گھس گئے۔ یہ
وادی ابھی محفوظ تھی۔ رات کے وقت میرا ایک سپاہی
اکیلا ہی دشمن میں ہم سے الگ ہو گیا۔ بہت دیر
بعد وہ ہانپتا کانپتا میرے پاس آیا اور اس نے
مجھے بتایا کہ چند فرلانگ دور درختوں کے ایک گھنے
جھنڈ میں ایمونیشن سے لدا ہوا ایک جاپانی ٹرک کھڑا
ہے۔ نہ اس میں ڈرائیور ہے نہ ہی دور دور تک کسی
جاپانی سپاہی کا نام و نشان ملتا ہے۔

پہلے تو میں نے اس ٹرک کو ہم رنگ زمین
دام سمجھ کر نظر انداز کر دینے کی سوچی لیکن اس کے
ساتھ ہی میں نے [illegible] کی جیب میں [illegible] سے
ڈرتا ہوں اور وطن کی آبرو بچانے کے لئے پوری طرح
قربانی دینے [illegible] کر رہا ہوں۔ میں اسی وقت اپنی
ٹولی لے کر درختوں کے جھنڈ کی طرف چل پڑا۔ وہاں

میں نے اپنے سپاہی ادھر ادھر پھیلا دیئے تاکہ دشمن
اچانک ٹوٹ پڑے تو مقابلہ کر سکیں۔ میں خود بھی ایک
سمت کو چل پڑا۔ تھوڑی ہی دور کے فاصلے پر مجھے
زمین پر ایک کاغذ پڑا ملا جو کسی ڈائری سے پھاڑا
گیا تھا۔ اس پر جاپانی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ قریب
ہی ایک جھاڑی کی اوٹ میں ایک جاپانی سپاہی
کی لاش پڑی تھی۔

میں حیران تھا کہ اس علاقے میں تو کوئی جھڑپ
بھی نہیں ہوئی پھر یہ سپاہی یہاں کیسے مرا؟ اور
جاپانی جو اس قدر بے پناہ تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے
ایمونیشن سے بھرا ہوا ٹرک یہاں کیوں چھوڑ گئے؟
مجھے خوف محسوس ہونے لگا۔ یہ دشمن کی چال ہو
سکتی ہے۔ میں ہر لمحہ دشمن کے اچانک حملہ کا انتظار
کرنے لگا۔ میں نے اپنی ٹولی کو وہیں روک کر بیدار
رکھا۔ رات گزر گئی اور صبح ہو گئی۔ جو اس کاغذ پر
لکھی ہوئی تحریر روشنی میں پھر دیکھی۔ میں جاپانی نہیں پڑھ
سکتا تھا۔ لیکن میری ٹولی کے ایک سپاہی نے
کاغذ میرے ہاتھ سے لیا اور بولا " میں جاپانی پڑھ
سکتا ہوں۔" وہ پڑھنے لگا :-

"چین کے گوریلا سپاہیو!
تمہاری شجاعت کو سلام۔ میں
جاپانی سپاہی ہوں۔ ہم تمہارے ملک
پر قبضہ کرنے کے لئے حملہ آور ہوئے
ہیں اور تم اپنے ملک کے دفاع میں
لڑ رہے ہو۔ تمہارے لڑنے کا [illegible]

مقصد ہے اور ہم یہ مقصد جنگ لڑ رہے ہیں۔ میرا بھی ایک دیس ہے۔ مجھے اپنے دیس سے اتنی ہی محبت ہے جتنی تمہیں اپنے دیس سے۔ اپنے دیس کی حفاظت میں جس طرح تم ہماری یلغار کا مقابلہ کر رہے ہو۔ اس نے میرے دل میں اتنا گہرا اثر کیا ہے کہ میں تمہارے جذبۂ حب الوطنی پر نثار ہو رہا ہوں۔ میں اس ٹرک کا ڈرائیور ہوں۔ تمہارے نام یہ پیغام لکھ کر اس امید پر اسے پھینک دیا ہے کہ شاید ہوا سے اُڑتا ہوا تم تک پہنچ جائے میں اپنے آپ کو گولی مار رہا ہوں اور ایمونیشن سے لدا ہوا یہ ٹرک تمہاری شجاعت پر تمہیں پیش کر رہا ہوں۔ معلوم ہوا ہے کہ تمہارا ایمونیشن ختم ہو گیا ہے میرے ٹرک میں ایک لاکھ راؤنڈ ہیں۔ میں جاپانی ہوں لیکن تم یہ ایمونیشن لے کر میرے جاپانی حملہ آور ساتھیوں پر فائر کرو گے تو میری روح کو تسکین ہو گی فائر کرو اور اپنے ملک کو دشمن سے بچاؤ مجھے بھی اپنے دیس سے محبت ہے میرا تحفہ قبول کر لینا۔

ایداسو کیو ۔ جاپانی ٹرانسپورٹ کور
کوانٹنگ آرمی ۲۰ مارچ ۱۹۴۳ء"

یہ سن کر میری ٹولی کے دو سپاہیوں نے پہلا کام یہ کیا کہ اس جاپانی کی لاش کو اٹھایا اور اپنے پیچھے لے گئے۔ باقی سپاہیوں نے دوسری گوریلا پارٹیوں سے رابطہ قائم کیا اور رات کے وقت ٹرک سے ایمونیشن اتارا اور اپنی پلٹنوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔

یہ کام آسان نہ تھا۔ کیونکہ دشمن کا دباؤ بڑھ گیا تھا۔ ہماری فوجیں پسپا ہو رہی تھیں اور چپے چپے پر دشمن کی حکمرانی تھی۔ ہر سو گولے پھٹ رہے تھے۔ گوریلا سپاہی ایمونیشن کی پیٹیاں لے کر رات کے اندھیرے میں پتھروں پر رینگ رینگ کر اپنی پلٹنوں کو ایمونیشن پہنچاتے تھے۔ متعدد گوریلا سپاہی اس کٹھن مہم میں مارے بھی گئے۔ لیکن ایک جاپانی سپاہی کے تحفے نے ہماری صفوں میں اتنی جان ڈال دی کہ ہماری سپاہ جم گئی اور جاپانی یلغار کو کمک پہنچنے تک ہم نے روکے رکھا

ایداسو کیو کو ہم نے اپنے ایک قریبی گاؤں ما چیا میں مکمل فوجی احترام اور اعزاز سے دفن کیا اور وہاں کے واحد پرائمری اسکول کا نام اس کے نام پر "ایدا پرائمری سکول" رکھ دیا۔ آج بھی یہ سکول اسی نام سے مشہور ہے۔ ••

خریداران سے گزارش: آپ کے رسالہ کے ریپر پر آپ کا خریداری نمبر اور مدت خریداری درج ہے براہ کرم اسے نوٹ فرمالیں اور جلسہ سالانہ پر تشریف لاتے وقت خالد اور "تشحیذ الاذہان" کا چندہ اور خریداری نمبر ہمراہ لانا نہ بھولیں

(مینیجر)

فاستبقوا الخیرات

اخبار مجالس

ضلع ہزارہ

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع ہزارہ کا سالانہ اجتماع مؤرخہ ۲۵، ۲۶، ۲۷ احسان ۱۳۵۵ ہش بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار منعقد ہوا۔ پہلے دو دن اور تیسرے روز کا ابتدائی حصہ علمی اور ورزشی مقابلہ جات کا پروگرام تھا۔ علمی مقابلوں میں تلاوت قرآن حکیم۔ نظم، حفظ عہد۔ اذان و اقامت۔ تین اہم اختلافی مسائل، ادعیہ مسنونہ، اسلامی آداب، نماز با ترجمہ، مضمون نویسی، تقریر، سورۃ البقرہ کی ابتدائی ۱۷ آیات، عام معلومات، مشاہدات قدرت، مشاہدہ معائنہ، پرچہ قرآن مجید، پرچہ ذہانت، شامل ہیں۔

ورزشی مقابلوں میں دوڑ، تیز چلنا، نشانہ غلیل۔ کلائی پکڑنا۔ اونچی آواز، پیغام رسانی۔ تین ٹانگ کی دوڑ، خرگوش دوڑ، چھلانگ وغیرہ مؤرخہ ۲۷ جون نو بجے صبح ایک خصوصی اجلاس محترم میاں محمود احمد صاحب امیر صوبہ سرحد کی زیر صدارت ہوا۔ جس میں محترم مظفر احمد صاحب منصور مربی سلسلہ ہزارہ محترم عبد الحق صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ اور محترم مولانا چراغ الدین صاحب مربی سلسلہ پشاور کے خطابات کے علاوہ محترم عبد اللطیف صاحب بہاولپوری کا علمی و تحقیقی مقالہ "غلبہ اسلام کی فجر کا طلوع" پڑھا گیا۔

بعدہٗ خدام نے بھی تقاریر کیں۔ نیز ایک گھنٹہ تک مجلس سوال و جواب ہوئی۔

اڑھائی بجے سہ پہر صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر صدارت اختتامی اجلاس ہوا جس میں تلاوت و نظم کے بعد قائد صاحب ضلع ہزارہ نے تربیتی کلاس کی رپورٹ پڑھی اور تربیتی کلاسز کی اہمیت واضح کی۔ جس کے بعد مقابلوں میں امتیاز حاصل کرنے والے خدام و اطفال میں صدر مجلس نے انعامات تقسیم فرمائے اور اختتامی خطاب فرمایا

آخر میں خدام نے اپنا عہد دہرایا اور دعا کے ساتھ یہ مبارک و سعید اجتماع اختتام پذیر ہو گیا۔ اس اجتماع میں ۱۱۲ خدام شریک تھے۔

منیر احمد صاحب جاوید نے نہایت خوش الحانی سے "نونہالان جماعت سے خطاب" نظم سنائی بعدہٗ محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے "ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

آخر میں مکرم ملک منیر احمد صاحب جاوید قائد ضلع لاہور نے بزرگان سلسلہ کی تشریف آوری پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے اجتماعی دعا کروائی۔ اور تربیتی کلاس انجام پذیر ہوئی اس تربیتی کلاس میں لاہور شہر و ضلع کے اطفال خدام، انصار اللہ اور لجنہ کے علاوہ سیالکوٹ۔ ڈسکہ چونڈہ۔ سلیپر ورہ، گھٹیالیاں، شیخوپورہ۔ گوجرانوالہ، پیرکوٹ ثانی۔ چک چھٹہ، فیروز والا اور بعض دوسری جگہوں کے قریباً ۱۷۰ صد احباب نے شرکت کی اور یہ امر قابل ذکر ہے کہ گوجرانوالہ سے دس نوجوان سائیکلوں پر تشریف لائے۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء!

ضلع جھنگ

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع جھنگ کی یک روزہ سالانہ تربیتی کلاس مؤرخہ ۱۶ جولائی بروز جمعہ مسجد احمدیہ جھنگ صدر میں منعقد ہوئی۔ اس کلاس کا افتتاحی اجلاس محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی صدارت میں تلاوت قرآن سے ہوا۔ نظم اور عہد کے بعد محترم صدر جلسہ نے افتتاحی خطاب فرمایا۔ درس قرآن کریم اور حدیث کے بعد تلقین عمل کے پروگرام کے تحت مکرم محمد صاحب مرکزیہ نے خطاب فرمایا محترم مولانا غلام باری صاحب سیف نے سیرۃ النبیؐ پر تقریر فرمائی۔ پھر درس ملفوظات اور "مشعل راہ" ہوا۔ جس کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب نے احمدیت کا پیدا کردہ انقلاب کے موضوع پر نہایت بصیرت افروز تقریر کی۔

دوسرے اجلاس نماز عشاء کے بعد مکرم میاں محمد بشیر اللہ صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع جھنگ کی صدارت میں ہوا جس میں مولانا غلام باری سیف صاحب نے ذکر حبیبؑ اور مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے خدام الاحمدیہ کی ذمہ داریاں کے موضوع پر تقاریر کیں۔ ساڑھے نو بجے

Editor H. M. Ahmad
Monthly KHALID Rabwah
Nabuwwat 1355 H.S.—November 1976
Regd. No. L 5337
N. A. Press Rabwah